بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک روز ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ اس اثنا میں ایک آدمی ہمارے پاس آیا جس کے کپڑے بہت ہی سفید اور بال انتہائی سیاہ تھے۔ اس پر سفر کے کوئی آثار نظر نہیں آرہے تھے اور ہم میں سے کوئی اس کو جانتا بھی نہیں تھا، حتی کہ وہ دو زانو ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا اور اس نے دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ لیئے اور کہا: "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اسلام کے متعلق بتائیں؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: "اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں؛ نماز قائم کرو؛ زکوات ادا کرو؛ رمضان کے روزے رکھو اور اگر استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرو۔"

اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ ہمیں تعجب ہوا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال بھی کر رہا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق بھی کر رہا ہے۔ اس نے کہا: "مجھے ایمان کے بارے میں بتائیں؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ کہ تم اللہ پر؛ اس کے فرشتوں؛ اس کی کتابوں؛ اس کے رسولوں؛ یوم آخرت اور تقدیر کے اچھے یا برے ہونے پر ایمان لاؤ۔" اس نے کہا: "آپ نے سچ فرمایا۔" پھر اس نے کہا: "مجھے احسان کے بارے میں بتائیں؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "تم اللہ کی عبادت اسطرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم نہیں دیکھ رہے تو وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔"

پھر اس نے کہا: "قیامت کب آئے گی؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسئول اس کے متعلق سائل سے زیادہ نہیں جانتا ہے۔" اس نے کہا: "اس کی نشانیوں کے بارے میں بتائیں؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ کہ لونڈی اپنی مالکہ کو جنم دے گی اور یہ کہ ننگے پاؤں، ننگے بدن تنگ دست بکریوں کے چرواہوں کو بلند وبالا عمارتوں کی تعمیر اور ان پر فخر کرتے ہوئے دیکھو گے۔"

فرماتے ہیں کہ پھر وہ شخص چلا گیا۔ میں کچھ دیر ٹھہرا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا: "عمر کیا تم جانتے ہو سائل کون تھا؟" میں نے عرض کیا: "اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ جبریل علیہ السلام تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ (مسلم)

اور نسائی کی روایت ہے: "بیشک یہ جبریل علیہ السلام تھے جو تمہارے دینی امور تمہیں سکھانے آئے تھے۔"

مندرجہ بالا حدیث کی روشنی میں دولہ اسلامیہ کے ناشر **مكتبة الهمة** نے ایک کتاب شائع کی ہے جس میں ان امور دین کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اور اس کتاب کا نام ہے:

تعلموا امر دینکم

یہ بہت اہم اور بنیادی امور ہیں اور ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ان امور کو سیکھے اور دوسروں کو سکھائے اور اس کے مطابق عمل کرے۔ ہم اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کریں گے اور بیک وقت دونوں حصوں کا درس پڑھیں گے۔

حصہ اول

اسلام کے پہلے رکن شہادت لاالہ الااللہ وان محمد رسول اللہ؛ ایمان کے مکمل چھ ارکان اور احسان کے حوالہ سے ہے یعنی عقائد کی تفصیلات پر مشتمل ہے اور

دوسرا حصہ

نماز؛ زکات؛ روزہ؛ حج؛ اور جہاد کی تفصیلات پر مشتمل ہے۔

الدولة الإسلامية

حصہ اول عقائد کے بیان میں

الاسلام ((اسلام کے حوالہ سے بیان))

اسلام کا پہلا رکن:

ان تشهدان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله۔

گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور بے شک محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

ان تشهدان لا اله الا الله کا معنٰی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔

شرح: یعنی اللہ کے سوا کوئی بھی اس بات کا حق نہیں رکھتا کہ اس کے لئے عبادات میں سے کوئی بھی عبادت سرانجام دی جائے۔اور اس کلمہ کے معنی کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم عبادت کے معنی کو پہچان لیں۔

عبادت کی تعریف: العبادة اسم جامع لكل ما يحبه الله ويرضاه من الاقوال والافعال الظاهرة والباطنة -عبادت ایک ایسا جامع لفظ ہے جو ان تمام ظاہری اور باطنی اقوال وافعال کو شامل ہے، جنہیں اللہ پسند فرماتا ہے اور اس سے خوش ہوتا ہے۔(جیسے نماز،دعا،ذبح، توکل،خوف)چنانچہ جس شخص نے نماز،دعا اور ذبح کو اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے انجام دیا،اس نے لا الہ الا اللہ کی گواہی کو عملاً ثابت نہیں کیا۔اگرچہ زبان سے وہ اس کا اقرار کرتا ہو۔

پس یہ عظیم کلمہ دو رکن پر قائم ہے۔

الركن الاول: لا الٰہ۔یہ تردید کرتا ہے اور نفی کرتا ہے ان تمام معبودوں کی جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے (اور یہی کفر بالطاغوت ہے)۔

الركن الثانی: الا اللہ۔یہ رکن اللہ کی عبادت کو ثابت کرتا ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

تو پس ہر انسان پر لازم ہے کہ وہ اللہ کے لئے عبادت ثابت کرنے سے پہلے طاغوت کا انکار کرے۔اور اسکی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے:

> فَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَيُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَكَ بِالۡعُرۡوَةِ الۡوُثۡقٰى [سورۃ البقرۃ: ۲۵۶]
> ”جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں کا انکار کرکے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے، اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا۔“

لیکن سوال یہ آتا ہے کہ طاغوت کسے کہتے ہیں اور ہم اسکا انکار کیسے کریں گے؟

الطاغوت ((طاغوت کی تعریف))

- طاغوت لغت میں الطغیان سے مشتق ہے اور اس کا معنی ہے حد سے تجاوز کرنا۔
- اصطلاح میں: ما تجاوز به العبد حده من معبود او متبوع او مطاع - طاغوت ہر وہ چیز ہے جس کی وجہ سے بندہ حد سے تجاوز کر جائے، خواہ عبادت میں ہو، تابعداری میں ہو یا اطاعت میں۔

چنانچہ ہر قوم کا طاغوت وہ ہے جس کی طرف وہ اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ کر فیصلوں کے لئے رجوع کرتے ہیں یا اللہ کے علاوہ اس کی عبادت کرتے ہیں یا بلا دلیل اور بغیر بصیرت کے اس کی اتباع کرتے ہیں۔

طاغوت کی اقسام: طاغوت کی تین قسمیں ہیں:

اولاً: عبادت کا طاغوت: ہر وہ جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جائے، خواہ وہ شیطان کی صورت میں ہو یا انسان کی صورت میں۔ چاہے زندہ ہو یا مردہ۔ انسان کے طاغوت ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ اپنی عبادت پر راضی ہو۔ پھر خواہ وہ طاغوت حیوانات کی صورت میں ہو یا جمادات یعنی پتھر یا درخت کی صورت میں ہو یا پھر ستاروں میں سے کسی ستارہ کی صورت میں ہو۔ پھر یہ عبادات خواہ غیر اللہ کے لئے قربانی اور نذر و نیاز پیش کرنے کی صورت میں ہو یا نماز اور دعا کی صورت میں ہو۔ اسکی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

> وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَ اَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ [سورۃ الزمر: ١٧]
>
> "اور جن لوگوں نے طاغوت کی عبادت سے پرہیز کیا اور (ہمہ تن) اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے وہ خوش خبری کے مستحق ہیں، میرے بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔"

ثانیاً: حکم کا طاغوت: ہر وہ جس کی طرف اللہ کو چھوڑ کر فیصلوں کے لئے رجوع کیا جائے خواہ وہ شرکیہ دستور ہو یا وضعی قانون یا وہ شخص ہو جو اللہ کی نازل کردہ شریعت سے ہٹ کر فیصلے کرتا ہو، خواہ یہ فیصلہ کرنے والا سلطان کی صورت میں ہو یا قاضی کی صورت میں ہو یا ان جیسے دیگر کسی صورت میں۔ اسکی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

> يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ [سورۃ النساء: ٦٠]
>
> "وہ اپنے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔"

اور اللہ کا یہ فرمان ہے:

> اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ۭ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ [سورۃ المائدۃ: ٥٠]
>
> "کیا یہ لوگ پھر سے جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں یقین رکھنے والے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلے اور حکم کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟"

ثالثاً: تابعداری کا طاغوت: اس کی مثال حرام کو حلال کرنے اور حلال کو حرام کرنے، ڈیموکریسی اور قوانین وضعیہ جیسے طواغیت کے احکام (قوانین) مقرر کرنے میں علماء سوء کی تابعداری کرنا۔ ہر انسان کو یہ جان لینا چاہئے کہ تشریع (یعنی قانون سازی) صرف اللہ جل وعلا کی خاصیتوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ؕ﴿۱۱۶﴾ [سورة النحل: ۱۱۶]

"کسی چیز کو اپنی زبان سے جھوٹ موٹ نہ کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تاکہ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھ لو، سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ پر بہتان بازی کرنے والے کامیابی سے محروم ہی رہتے ہیں۔"

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ [سورة التوبة: ۳۱]

ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنایا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں یہ بات ذکر ہے کہ ان علماء اور درویشوں نے اللہ کی حرام کردہ اشیاء کو حلال کر دیا اور اللہ کی حلال کردہ اشیاء کو حرام کر دیا تھا اور اس معاملہ میں لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر رب بنالیا تھا۔

طواغیت ویسے تو بہت ہیں لیکن ان کے رؤساء پانچ ہیں:

۱. شیطان۔
۲. وہ حاکم جو اللہ کے احکامات کو تبدیل کر دے۔
۳. اللہ کی شریعت سے ہٹ کر دوسرے قوانین سے فیصلہ کرنے والا۔
۴. جو شخص اللہ کے غیب جاننے کا دعویدار ہو۔
۵. جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جائے اور اس پر راضی ہو۔

کفر بالطاغوت کا انداز اور طریقہ کار:

- اس طاغوت کے باطل ہونے کا اعتقاد رکھنا۔
- طاغوت کو ترک کرنا اور اس سے براءت اختیار کرنا۔
- طاغوت سے بغض و عداوت رکھنا۔
- اہل طاغوت کی تکفیر کرنا۔
- اللہ کے لئے ان سے دشمنی اور دوری اختیار کرنا۔

اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ

اللّٰہِ ۫ کَفَرْنَا بِکُمْ وَ بَدَا بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰی تُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَحْدَہٗۤ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰہِیْمَ لِاَبِیْہِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَکَ وَ مَاۤ اَمْلِکُ لَکَ مِنَ اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ ؕ رَبَّنَا عَلَیْکَ تَوَکَّلْنَا وَ اِلَیْکَ اَنَبْنَا وَ اِلَیْکَ الْمَصِیْرُ ﴿۴﴾ [سورۃ الممتحنہ: ۴]

"(مسلمانو!) تمہارے لیے ابراہیم علیہ السلام میں اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے، جبکہ ان سب نے اپنی قوم سے برملا کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، ان سب سے بالکل بیزار ہیں۔ ہم تمہارے (عقائد کے) منکر ہیں۔ جب تک تم اللہ کی وحدانیت پر ایمان نہ لاؤ، ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لیے بغض وعداوت ظاہر ہو گئی۔ لیکن ابراہیم کی اتنی بات تو اپنے باپ سے ہوئی تھی کہ میں تمہارے لیے استغفار ضرور کروں گا اور تمہارے لیے مجھے اللہ کے سامنے کسی چیز کا اختیار کچھ بھی نہیں۔ اے ہمارے پروردگار! تجھی پر ہم نے بھروسہ کیا ہے اور تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔"

پس جس شخص کے اندر یہ صفت ثابت نہ ہو وہ اللہ پر ایمان لانے والا اور طاغوت کا منکر نہیں ہو سکتا، بلکہ اس کے برعکس ہوگا۔ کیونکہ ایمان بالطاغوت اور ایمان باللہ یہ آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں، جو کسی انسان کے دل میں ایک ساتھ ہرگز جمع نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک شخص کے اندر بیک وقت یہ دو صفتیں ہوں کہ وہ مشرک بھی ہو اور موحد بھی۔ بلکہ یہ ضروری ہے کہ اس کے اندر ان دو صفتوں (ایمان یا کفر) میں سے کوئی ایک صفت لامحالہ موجود ہو۔ اس کے علاوہ کوئی تیسری صفت کا وجود نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

ہُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ فَمِنْکُمْ کَافِرٌ وَّ مِنْکُمْ مُّؤْمِنٌ ؕ [سورۃ التغابن: ۲]

"اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ سو تم میں سے بعض تو کافر ہیں اور بعض ایمان والے ہیں۔"

نیز ارشاد فرمایا:

اِنَّا ہَدَیْنٰہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّ اِمَّا کَفُوْرًا ﴿۳﴾ [سورۃ الدہر: ۳]

"ہم نے اسے راہ دکھائی اب خواہ وہ شکر گزار بنے یا ناشکرا۔"

پس یہ طاغوت ہے جس کے بارے میں ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اس کے ساتھ کفر کریں اور اس سے اجتناب کریں اور اس کی عبادت سے ہمیں منع کیا گیا اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اس طاغوت کو ترک کر دیں اور اس طاغوت کے ماننے والوں کی تکفیر کریں اور ان سے عداوت کریں۔

* یہ کلمہ ((لا الہ الا اللہ)) اپنے پڑھنے والے کو اس وقت تک فائدہ نہیں دے سکتا جب تک اس میں کچھ شروط نہ ہو۔

لا الہ الا اللہ کی شروط

یہ جان لیجیے - اللہ آپ کو توفیق دے - کہ ہمارا مقصد فقط ان شروط کو شمار کرنا اور زبانی حفظ کرنا نہیں ہے، کیونکہ کتنے ہی ایسے لوگ موجود ہیں، جن میں یہ شروط جمع ہیں اور انہوں نے اس کا التزام کیا ہوا ہے۔ لیکن اگر ان سے کہا جائے کہ اسے شمار کریں تو وہ اسے اچھے طریقے سے نہیں کر پائیں گے اور اس کے برعکس کتنے ہی ایسے لوگ ہیں، جنہیں ان شروط کے الفاظ و حروف تو بہت اچھے طریقے سے یاد ہیں، لیکن وہ ایسے معاملات میں پڑے ہیں، جو ان شروط کے متضاد ہیں۔

پہلی شرط: ایسا علم جس کی ضد جہل ہے۔ یعنی کلمہ پڑھنے والے کو نفی اور اثبات دونوں اعتبار سے اس کلمہ کا معنی و مقصود کا علم ہو اور لا الہ الا اللہ کا معنی ہے: اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور وہ تمام معبودین، جن کی اللہ کے علاوہ لوگ عبادت کرتے ہیں، وہ سب باطل ہیں۔ اس شرط کی

دلیل اللہ تعالی کا یہ قول ہے:

اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٦﴾ [سورۃ الزخرف: ٨٦]
"ہاں (مستحق شفاعت وہ ہیں) جو حق بات کا اقرار کریں اور انہیں علم بھی ہو۔ (یہاں حق سے مراد توحید ہے)۔"

اور اللہ تعالی کا یہ قول ہے:

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ﴿١٩﴾ [سورۃ محمد: ١٩]
"سو (اے نبی!) آپ جان لیجئے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگا کریں اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے حق میں بھی، اللہ تم لوگوں کی آمد ورفت کی اور رہنے سہنے کی جگہ کو خوب جانتا ہے۔"

اور نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے:

من مات وهو يعلم أن لا إله إلا الله دخل الجنة-(رواه مسلم من حديث عثمان بن عفان)
"جو شخص اس حالت میں اس دنیا سے گیا کہ وہ جانتا تھا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔"

دوسری شرط: ایسا یقین جس میں شک کی گنجائش نہ ہو۔ یعنی جو شخص کلمہ **لا إله إلا الله** کا اقرار کرتا ہو، اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اس کلمہ کے مدلول پر ایسا پختہ یقین رکھتا ہو، جس میں کسی قسم کے تردد اور غور کرنے کی گنجائش نہ ہو۔ کیونکہ یہ ایمان صرف اسی صورت میں نفع بخش ہوتا ہے جب اس میں یقین ہو اور اس میں ظن (گمان) داخل نہ ہو۔ تو وہ ایمان پھر کیسے فائدہ مند ہو سکتا ہے، جس میں شک داخل ہو چکا ہو (جو درجہ میں ظن سے بڑھ کر ہے) والعیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿١٥﴾ [سورۃ الحجرات: ١٥]
"مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر (پکا) ایمان لائیں، پھر شک و شبہ نہ کریں اور اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہیں (اپنے دعوائے ایمان میں) یہی سچے اور راست گو ہیں۔"

نبی ﷺ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

إذهب بنعلي هاتين فمن لقيت من وراء هذا الحائط يشهد أن لا إله إلا الله مستيقنا بها قلبه فبشره بالجنة [رواه مسلم]
"میری ان دو جوتیوں کو لے جاؤ اور اس باغ کے باہر جو بھی ایسا شخص ملے اور دل کے یقین کے ساتھ اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے تو اسے جنت کی بشارت دے دینا۔"

اور ایک روایت میں ہے کہ جو بندہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس شہادتین کی گواہی بغیر کسی شک وشبہ کے دیتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

تیسری شرط: ایسا اخلاص جس میں شرک نہ ہو یعنی اپنے عمل کو صالح نیت کے ذریعے ہر قسم کے شرک کی ملاوٹ سے پاک کیا جائے اور بندہ تمام

عبادات میں اپنے رب کے لئے اخلاص پیدا کرے اور جب وہ ان عبادات میں کوئی عبادت کسی نبی؛ولی؛فرشتے؛بت یا جن میں سے کسی کے لئے انجام دے گا تو گویا اس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اور اس شرط یعنی اخلاص کی مخالفت کرتا ہے۔اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ [سورۃ الزمر: ۲]
"پس آپ اللہ ہی کی عبادت کریں،اسی کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے۔"

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ۝ [سورۃ المؤمنون: ۵۹]
"اور وہ لوگ اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔"

نبی ﷺ نے فرمایا:

أسعد الناس يوم القيامة من قال لا إله إلا الله خالصا من قلبه أو من نفسه- [رواه البخاري]
"قیامت کے دن لوگوں میں سب زیادہ خوش نصیب وہ شخص ہوگا جو دل کے خلوص کے ساتھ کلمہ لا إله إلا الله کا اقرار کرتا ہوگا۔"

ایک حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

من لقي الله لا يشرك به شيئا دخل الجنة ومن لقيه يشرك به شيئا دخل النار- [أخرجه مسلم]
"جو اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا ہوگا تو وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو اس سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بناتا ہوگا تو وہ آگ میں داخل ہوگا۔"

چوتھی شرط: ایسی سچائی جس میں جھوٹ شامل نہ ہو۔یعنی لا إله إلا الله کا دل کی سچائی کے ساتھ اس انداز سے اقرار کرنا کہ دل زبان کے موافق اور مطابق ہو۔اگر کسی نے اس کلمہ کا صرف زبان سے اقرار کیا اور اس کا دل اس کے معنیٰ پر ایمان نہ رکھتا ہو تو اس کا شمار منافقین کی جماعت میں سے ہوگا۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝ [سورۃ المنافقون:۱]
"تیرے پاس جب منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں،اور اللہ جانتا ہے کہ یقیناً آپ اس کے رسول ہیں۔اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق قطعاً جھوٹے ہیں۔"

اور حدیث میں ہے نبی ﷺ کا فرمان ہے:

ما من يشهد أن لا إله إلا الله و أن محمدا رسول الله صدقا من قلبه إلا حرمه الله علي النار- [أخرجاه من حديث انس رضي الله عنه]

پانچویں شرط: ایسے قبول کرنا کہ اس میں تردید کا شائبہ تک نہ ہو۔ یعنی کلمہ پڑھنے والا شخص اس کلمہ کے مدلول کو اپنے دل اور زبان سے قبول کرلے اور اس پر راضی ہوجائے۔ کیونکہ مشرکین بھی اس کلمہ کے معنی کو پہچانتے تھے لیکن اسے قبول نہیں کرتے تھے۔ پس اللہ نے ان کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ [سورۃ الصافات : 35]

"یہ وہ (لوگ) ہیں کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو یہ سرکشی کرتے تھے۔"

چھٹی شرط: اس کلمہ کی اس انداز سے کامل تابعداری کرنا کہ اس میں ترک اطاعت نہ ہو۔ یعنی یہ کلمہ جس (معنی و مفہوم) پر دلالت کرتا ہے، اس کی تابعداری اور اطاعت کی جائے اور اکیلے اللہ کی عبادت کی جائے۔ اور اس کی شریعت پر عمل کیا جائے اور اس کی شریعت پر ایمان لایا جائے اور اس کے حق ہونے کا اعتقاد رکھا جائے۔ انقیاد اور قبول کے درمیان فرق یہ ہے کہ انقیاد کہتے ہیں افعال کے ذریعے اتباع کرنا اور قبول کا مطلب ہے اپنے قول کے ذریعے اس کے معنٰی کی صحت کا اظہار کرنا اور ان دونوں سے جو مشترکہ نتیجہ نکلتا ہے وہ ہے اتباع۔ لیکن انقیاد، استسلام اور اذعان کو کہتے ہیں (یعنی اطاعت و فرمانبرداری اور تسلیم کرنا) اور عمل کو ترک نہ کرنا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ [سورۃ الزمر : ٥٤]

"تم (سب) اپنے پروردگار کی طرف جھک پڑو اور اس کی حکم برداری کیے جاؤ۔"

نیز ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۭ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝ [سورۃ لقمان:٢٢]

"اور جو (شخص) اپنے آپ کو اللہ کے تابع کردے اور ہو بھی وہ نیکوکار یقیناً اس نے مضبوط کڑا تھام لیا، تمام کاموں کا انجام اللہ کی طرف ہے۔"

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے:

فإذا نهيتكم عن شيء فاجتنبوه و إذا أمرتكم بأمر فأتوا منه ما استطعتم- [أخرجه البخاري من حديث أبي هريرة رضي الله عنه]

"جب میں تم لوگوں کو کسی کام سے روکو تو تم اس سے اجتناب کرو اور جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو جتنی استطاعت ہو اسے پورا کرو۔"

ساتویں شرط: ایسی محبت کہ جس میں اس کی ضد، بغض اور کراہیت شامل نہ ہو۔ پس بندے پر واجب ہے کہ وہ اللہ سے محبت کرے اور جن چیزوں سے اور جن لوگوں سے اللہ محبت کرتا ہے ان چیزوں اور ان لوگوں سے محبت کرے اور اس کلمہ توحید اس کے تقاضوں اور جس پر یہ کلمہ دلالت کرتا ہے اس سے بھی محبت کرے۔ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۭ [سورۃ البقرۃ: ١٦٥]

"اور وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں وہ اللہ سے شدید محبت رکھتے ہیں۔"

اور حدیث میں ہے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا يؤمن أحدكم حتي أكون أحب إليه من ولده ووالده والناس أجمعين [متفق عليه]

"تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کے بچوں، والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔"

شهادت ان محمد رسول الله ((اس بات کی گواہی دینا کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں))

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں یہ گواہی کیسے سچی ثابت ہوگی؟

- اس بات کی معرفت کہ وہ محمد بن عبداللہ بن عبد المطلب بن ہاشم ہیں، جنہیں اللہ نے تمام لوگوں کے لئے بشیر (بشارت دینے والا) اور نذیر (ڈرانے والا) بنا کر بھیجا۔ وہ اللہ کی طرف اس کے حکم سے دعوت دینے والے ہیں اور روشن چراغ ہیں؛ وہ تمام انبیاء ورسل میں آخری نبی اور رسول ہیں اور تمام مخلوق میں سب افضل ہیں۔
- آپ ﷺ کے اوامر کی اطاعت کرنا اور جن چیزوں سے روکا ہے ان سے اجتناب کرنا، کیونکہ وہ تمام اوامر جو ہمیں اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے ملے ہیں اسے پورا کرنا اور اسے مکمل ادا کرنا ہم پر واجب ہے۔ اور جن امور سے آپ ﷺ نے روکا ہے، ہم پر اس کا چھوڑنا اور مکمل طور پر اجتناب کرنا واجب ہے۔ نبی ﷺ کے اوامر دو قسم کے ہیں:

۱. جو آپ ﷺ نے لازمی طور پر کرنے کا حکم دیا اس کو واجب کہتے ہیں۔
۲. جو آپ ﷺ نے حکم دیا لیکن لازم نہیں کیا اسے مستحب کہتے ہیں۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ [سورۃ الحشر: ۷]

"اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو، اور جس سے روکے رک جاؤ اور اللہ تعالٰی سے ڈرتے رہا کرو، یقیناً اللہ تعالی سخت عذاب والا ہے۔"

- آپ ﷺ پر ایمان لانا اور ان تمام باتوں پر ایمان لانا جن کے بارے آپ نے خبر دی ہے خواہ ان کا ہم سے پہلے وقوع ہو چکا ہو یا آئندہ زمانہ میں ہونا ہو؛ اور آپ ﷺ کی عزت و توقیر کرنا اور آپ کی مدد کرنا۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۭ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ [سورۃ الفتح: ۹]

"تاکہ (اے مسلمانو)! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کا ادب کرو اور اللہ کی پاکی بیان کرو صبح وشام۔"

- اللہ کی عبادت اسی طریقہ سے کرنا جو طریقہ رسول اللہ ﷺ نے بتایا، کیونکہ اللہ کوئی عبادت اس وقت ہی قبول کرتا ہے جب وہ اس کے لئے خالص ہو اور اس شریعت کے موافق ہو جس کے ساتھ اس نے نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ ارشاد باری تعالی ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ [سورۃ النور: ۶۳]

"جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچ جائے۔"

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے:

من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد - [رواه البخاري]

"جس نے ہمارے اس دین میں نیا کچھ ایجاد کیا جو اس دین میں نہیں تھا تو وہ مردود ہے۔"

- اس بات پر ایمان لانا کہ آپ ﷺ نے اس رسالت کا حق مکمل طور پر ادا کیا ہے اور اس میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ اور یہ کہ آپ ﷺ کی دعوت تمام لوگوں کے لئے عام ہے۔
- یہ ایمان رکھنا کہ جو شخص بھی آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا اور کافر ہے اور جو اس جھوٹے نبی کی اتباع کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا اور یہ ایمان رکھنا کہ آپ ﷺ فوت ہو چکے ہیں اور اسکی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ [سورۃ الزمر: ۳۰]

"یقیناً خود آپ کو بھی موت آئے گی اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں۔"

اہل علم اس عظیم کلمہ **لا إله إلا الله محمد رسول الله** کو "کلمۃ التوحید" سے موسوم کرتے ہیں اور اس کی وجہ نبی ﷺ کا وہ فرمان ہے جب آپ ﷺ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو دس ہجری میں یمن کی طرف روانہ کر رہے تھے تو آپ نے ان سے فرمایا: **إنك تأتي قوما من أهل الكتاب فادعهم إلي شهادة أن لا إله إلا الله و أني رسول الله. رواه مسلم وفي رواية ((إلي أن يوحدوا الله))** تم ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جن کا تعلق اہل کتاب سے ہے؛ تو تم انہیں دعوت دینا کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ انہیں دعوت دینا کہ وہ اللہ کی توحید کا اقرار کریں۔

التوحید

توحید کا معنیٰ: اللہ کو ربوبیت، الوہیت اور اسماء وصفات میں اکیلا ماننا۔

الشرح: بندہ یہ ایمان لائے اور اقرار کرے کہ اللہ اکیلا ہر چیز کا رب اور مالک ہے؛ وہ اکیلا خالق ہے؛ اور ساری کائنات کا اکیلا مدبر ہے؛ اور بے شک وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اکیلا ہی عبادت کا مستحق ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے؛ اور اس کے علاوہ تمام معبودین باطل ہیں اور بے شک وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کامل صفات سے متصف ہے اور ہر عیب و نقص سے پاک ہے۔ اس کے اچھے اچھے نام ہیں اور بلند صفات ہیں؛ اس کے اقوال ان کی تصدیق کرتے ہیں اور اس کے افعال ان کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۝۸ [سورۃطٰہ: ۸]

"وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بہترین نام اسی کے ہیں۔"

نیز ارشاد فرمایا:

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ؕ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ۝۶۵ [سورۃ مریم: ۶۵]

"آسمانوں کا، زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب وہی ہے تو اسی کی بندگی کر اور اس کی عبادت پر جم جا۔ کیا تیرے علم میں اس کا ہمنام ہم پلہ کوئی اور بھی ہے؟"

توحید کے فضائل

- جو شخص توحید کو سچائی سے ثابت کرتا ہے وہ جنت میں داخل ہوگا؛ نبی ﷺ کے اس قول کی بنا پر۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من شهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأن محمدا عبده ورسوله وأن عيسي عبدالله ورسوله وكلمته ألقاها إلي مريم وروح منه والجنة حق والنار حق أدخله الله الجنة علي ماكان من العمل- [متفق عليه]

"جو شخص گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے؛ اس کا کوئی شریک نہیں؛ اور شہادت دے کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور شہادت دے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہیں، جو اس نے مریم علیہا السلام کی طرف بھیجا اور وہ اللہ کی طرف سے روح ہیں۔ اور شہادت دے کہ جنت اور جہنم حق ہیں اس شخص کو اللہ تعالیٰ بہر حال جنت میں داخل کردے گا وہ جس عمل پر بھی ہو۔"

- جس کے دل میں رائی کے برابر توحید ہو وہ جہنم میں ہمیشہ نہیں رہے گا۔ کیونکہ نبی ﷺ نے حدیث الشفاعۃ میں ارشاد فرمایا: اللہ فرمائے گا:

إ ذهبوا فمن وجدتم في قلبه مثقال ذرة من إيمان فأخرجوه...... [متفق عليه]

"جاؤ جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان موجود ہو، اسے آگ سے نکال لو۔"

- صاحب توحید کو دنیا وآخرت میں کامل ہدایت اور مکمل امن حاصل ہو گا؛اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ [سورۃالانعام: ۸۲]

"جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے،ایسوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی راہ راست پر چل رہے ہیں۔"

- یہ توحید بندہ کو آزادی دیتی مخلوق کی غلامی ان کے ساتھ تعلق سے۔اسی طرح ان سے خوف اور ان سے امید اور ان کی خاطر عمل کرنے سے بھی نجات دیتی ہے اور درحقیقت یہ ہی اصل عزت اور اعلی مقام ہے؛اور بندہ اس توحید کی بنا پر صرف اللہ کی عبادت اور اس کی تابعداری کرنے والا بن جاتا ہے؛نہ اس کے علاوہ کسی سے امید لگاتا ہے؛ نہ کسی سے ڈرتا ہے،سوائے اس کے؛اور اس کے علاوہ کسی کی طرف رجوع نہیں کرتا؛اور ان سارے عمل کی بنا پر اس کی فلاح و کامیابی یقینی ہو جاتی ہے۔

اس توحید کچھ دیگر فوائد درج ذیل ہیں:

- بندہ رب کی خوشنودی حاصل کر لیتا ہے۔
- نبی ﷺ کی شفاعت کا سب سے بڑا حقدار بن جاتا ہے۔
- یہ توحید تکلیفوں کو دور کرنے کا ایک بہت بڑا سبب ہے۔
- اس کی بنا پر پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔
- بلکہ تمام اقوال واعمال کی قبولیت اور تکمیل اسی توحید پر موقوف ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ [سورۃالنحل: ۹۷]

"جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت، لیکن باایمان ہو تو ہم اسے یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا فرمائیں گے۔اور ان کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی انہیں ضرور ضرور دیں گے۔"

توحید کی اقسام

توحید کی تین قسمیں ہیں:

(الف) توحید الربوبیۃ: اور وہ یہ ہے کہ اللہ کو اس کے افعال میں اکیلا ماننا جیسا کہ پیدا کرنا؛مالک ہونا؛تدبیر کرنا؛رزق دینا۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ [سورۃیونس: ۳۱]

"آپ کہیے کہ وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے؟ یا وہ کون ہے جو کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے؟ اور وہ کون ہے جو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے؟ اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے؟ ضرور وہ یہی کہیں گے کہ اللہ! تو ان سے کہیے کہ پھر کیوں تم نہیں ڈرتے۔"

(ب) توحید الالوہیت: اور وہ یہ ہے کہ اللہ کو عبادت میں اکیلا ماننا۔ جیسے نماز؛ ذبح اور نذر؛ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝

[سورۃ الانعام:١٦٢-١٦٣]

”آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادات اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں۔“

(ت) توحید الاسماء والصفات: اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کی ان صفات کو بیان کریں جو اس نے اپنے لئے اپنی کتاب میں بیان کی یا رسول اللہ ﷺ کی زبانی بیان کی ہیں۔ بغیر کسی تحریف؛ تعطیل کے اور بغیر کسی قسم کی کیفیت اور مثال بیان کئے؛ اور یہ کہ ہم ان صفات کے مقتضی کے مطابق اللہ کی بندگی کریں؛ اسی طرح اللہ کے اسماء کا بھی معاملہ ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

[سورۃ الاعراف: ١٨٠]

”اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں سو ان ناموں سے اللہ ہی کو پکارا کرو اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں، ان لوگوں کو ان کے کئے کی ضرور سزا ملے گی۔“

نیز ارشاد فرمایا:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ [سورۃ الشوریٰ: 11]

”اس اللہ جیسا کوئی نہیں ہے وہ خوب سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔“

اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ [سورۃ الروم: ٢٧]

”اسی کی بہترین اور اعلیٰ صفت ہے، آسمانوں میں اور زمین میں بھی اور وہی غلبے والا حکمت والا ہے۔“

اہم تنبیہ:

بہت سے مشرکین توحید ربوبیت کا اقرار کرتے تھے لیکن اس اقرار نے انہیں اسلام میں داخل نہیں کیا بلکہ ان سے نبی ﷺ نے قتال کیا۔ ان کے خون، اموال اور دیار کو حلال سمجھا اور ان کی عورتوں کو لونڈیاں بنایا۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ [سورۃ لقمٰن: ٢٥]

”اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمان و زمین کا خالق کون ہے؟ تو یہ ضرور جواب دیں گے کہ اللہ۔“

نیز ارشاد فرمایا:

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۝ [سورۃ یوسف: ١٠٦]

”ان میں سے اکثر لوگ باوجود اللہ پر ایمان رکھنے کے بھی مشرک ہی ہیں۔“

پس اگرچہ توحید کی اس قسم کو ماننا بھی واجب ہے لیکن صرف اس کا ماننا توحید کو ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ توحید کی تمام اقسام کو ماننا ضروری ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

أمرت أن أقاتل الناس حتي يشهدوا أن لا إله إلا الله و أن محمدا رسول لله؛ ويقيموا الصلوة؛ ويؤتوا الزكوة؛ فإذا فعلوا ذالك عصموا مني دماءهم وأموالهم إلا بحق الاسلام؛ وحسابهم علي الله. [متفق عليه]

”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں حتیٰ کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں؛ اور وہ نماز قائم کریں اور زکات ادا کریں؛ جب وہ ایسا کر لیں گے تو انہوں نے اپنا خون اور مال مجھ سے محفوظ کر لیا سوائے اسلام کے حق کے اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔“

توحید کے بیان کے بعد ضروری ہے کہ ہم اس توحید کے نواقض کا بیان کریں؛ کہ ایسے کیا معاملات ہیں جو اس توحید کی ضد ہیں؟ اور ان کی کتنی قسمیں ہیں؟

نواقض الاسلام

ہم نواقض الاسلام میں سے ہر ایک کی تفصیل بیان کریں گے:

پہلا ناقض - شرک کرنا: شرک کی دو قسمیں ہیں:

شرک کی پہلی قسم: الشرک الاکبر

تعریف الشرک الأکبر: شرک لغت میں مقارنۃ پر دلالت کرتا ہے اور یہ اکیلے ہونے کی ضد ہے۔ اور مقارنۃ کا معنی ہے کہ کوئی شے دو، تین یا اس سے زیادہ کے درمیان اس طرح سے موجود ہو کہ ان میں سے کوئی الگ نہ ہو۔ کہا جاتا ہے "لا تشرك بالله" یعنی کسی غیر کو اللہ کے برابر نہ کرو کہ تم اسے اللہ کا شریک بنادو؛ پس جس شخص نے کسی کو اللہ کے برابر کیا تو گویا اس نے اس کو اللہ کا شریک بنایا۔

اور اصطلاح میں شرک کی تعریف یہ ہے کہ بندہ اللہ کا کوئی ہم مثل بنالے جسے وہ اللہ کی ربوبیت؛ الوہیت اور اسماء وصفات میں اسکی برابری دیتا ہو۔

شرک کا حکم: اللہ کی جتنی نافرمانیاں کی جاتی ہیں شرک انمیں سب سے عظیم اور کبائر میں سب سے کبیرہ گناہ اور سب سے بڑا ظلم ہے۔ کیونکہ شرک کہتے ہیں کہ خالص اللہ کے حق کو (جو کہ عبادت ہے) کسی غیر کے لیئے انجام دینا؛ اور اسکی صفات مختصہ میں سے کسی صفت کے ساتھ غیر کو متصف کرنا۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿١٣﴾ [سورۃ لقمٰن: ١٣]

"بیشک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔"

اسی بنا پر شریعت نے اس شرک کے سبب بہت سے آثار (انجام) اور سزاؤں کو مرتب کیا ہے؛ جن میں سے اہم اہم درج ذیل ہیں:

١. اللہ تعالی اس شرک کو کبھی معاف نہیں کرے گا کہ اگر اس کا مرتکب بغیر توبہ کے مر گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿١١٦﴾

[سورۃ النساء: ١١٦]

"اسے اللہ تعالیٰ قطعاً نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، ہاں شرک کے علاوہ گناہ جس کے چاہے معاف فرمادیتا ہے اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔"

٢. اس شرک کا ارتکاب کرنے والا دین سے خارج ہوجاتا ہے اور اس کا خون ومال حلال ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ [سورۃ التوبہ: ٥]

پھر حرمت والے مہینوں کے گزرتے ہی مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو انہیں گرفتار کرو، ان کا محاصرہ کرلو۔

٣. اللہ تعالی مشرک کے کسی عمل کو قبول نہیں کرتا اور جو اس کے گذشتہ اعمال ہوں گے انہیں بھی اللہ فضاء میں بکھرے ہوئے ذرات کی

مانند بنادے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾ [سورۃ الفرقان: ۲۳]

"اور انہوں نے جو جو اعمال کیے تھے ہم نے ان کی طرف بڑھ کر انہیں پراگندہ ذروں کی طرح کر دیا۔"

۴. ایک مشرک کا مسلمان عورت سے نکاح حرام ہے، جیسا کہ ایک مسلمان کا مشرکہ عورت سے نکاح حرام ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۭ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۭ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۭ [سورۃ البقرۃ: ۲۲۱]

"اور شرک کرنے والی عورتوں سے تاوقتیکہ وہ ایمان نہ لائیں تم نکاح نہ کرو، ایمان والی لونڈی بھی شرک کرنے والی آزاد عورت سے بہت بہتر ہے، گو تمہیں مشرکہ ہی اچھی لگتی ہو اور نہ شرک کرنے والے مردوں کے نکاح میں اپنی عورتوں کو دو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں، ایمان والا غلام آزاد مشرک سے بہتر ہے، گو مشرک تمہیں اچھا لگے۔"

اس حکم سے اہل کتاب (یہود و نصاری) کی عورتیں مستثنی ہیں ضوابط شرعیہ کے ساتھ۔

۵. جب مشرک مرجائے تو نہ اسے غسل دیا جائے گا نہ کفن؛ نہ اس پر جنازہ پڑھا جائے گا اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا؛ بلکہ لوگوں سے دور کسی جگہ پر گڑھا کھودا جائے گا اور اس میں دفن کر دیا جائے گا تاکہ لوگوں کو اسکی بدبو سے تکلیف نہ پہنچے۔

۶. مشرک پر جنت میں داخل ہونا حرام ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ ہم اللہ سے عافیت اور سلامتی مانگتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾ [سورۃ المائدۃ: ۷۲]

"یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔ اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے اور گنہگاروں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔"

شرک اکبر کی اقسام

شرک اکبر کی تین بنیادی قسمیں ہیں:

شرک اکبر کی پہلی قسم: ربوبیت میں شرک کرنا: یعنی کہ اللہ کی بادشاہت؛ نظام چلانے؛ اس کے پیدا کرنے؛ اس کے خود مختار رزق دینے میں جو (صرف اللہ سبحانہ و تعالی کے لئے لائق ہے) کسی غیر کا حصہ مقرر کرنا؛ اور یہ شرک کبھی قول کے ذریعہ ہوتا ہے کبھی فعل کے ذریعہ اور کبھی اعتقاد کے ذریعہ ہوتا ہے۔

ربوبیت میں شرک کی صورتیں:

۱. نصاری کا شرک جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تین میں سے تیسرا ہے اور مجوسیوں کا شرک جو اس بات کے قائل ہیں کہ خیر کے حوادث (واقعات) منسوب ہیں نور کی طرف اور یہ ان کے نزدیک **الالہ المحمود** (ایسا الہ جسکی تعریف کی جاتی ہے) ہے اور یہ شر کے حوادث کو ظلمہ (اندھیرے) کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

۲. کہانت اور علم نجوم: یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تبارک و تعالی کے علاوہ بھی کوئی ہے جو غیب کا علم رکھتا ہے اور وہ لوگ بھی اسی شرک کے مرتکب ہیں جو لوگ پیروی کرتے ہیں (ان تحریروں کی) جو اس نام سے آتی ہیں (آج کے دن آپ کے ستارے؛ آپ اور آپ کے ستارے وغیرہ وغیرہ)۔

۳. بہت سے غالی صوفی؛ روافض؛ قبروں کے پجاریوں کا شرک جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مُردوں کی روحیں موت کے بعد تصرف کا اختیار رکھتی ہیں؛ وہ حاجات پوری کرتی ہیں؛ اور تکلیفیں دور کرتی ہیں؛ اور وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کے بعض مشائخ کائنات میں تصرف کا اختیار رکھتے ہیں اور جو بندہ ان سے فریاد کرے اگرچہ ان کے سامنے موجود نہ ہو وہ فریادرسی کرتے ہیں۔

۴. وہ لوگ جو دستور اور وضعی قوانین بناتے ہیں اور لوگوں پر لازم کرتے ہیں کہ وہ اس کی طرف فیصلے لے کر آئیں (یہ بھی ربوبیت میں شرک کی صورت ہے) پس ایسے لوگ اس فرعون کی طرح ہیں جس نے یہ دعوی کیا تھا کہ **أنا ربكم الأعلي** (میں تمہارا بلند و برتر رب ہوں)۔

شرک اکبر کی دوسری قسم: اسماء وصفات میں شرک کرنا: اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کا کوئی ہم مثل بنانا اس کے اسماء وصفات میں سے کسی اسم یا صفت میں؛ یا اللہ تعالی کے لئے مخلوق کی صفات میں سے کوئی صفت بیان کی جائے؛ اور یہ شرک کبھی قولا ہوتا ہے؛ کبھی فعلاً اور کبھی اعتقاداً۔ پس چنانچہ جو شخص اللہ کے علاوہ کسی کو اس کے ناموں میں سے کسی نام سے موسوم کرتا ہے یا اسے اللہ کی صفات خاصہ میں سے کسی صفت سے متصف کرتا ہے تو ایسا شخص اس کے اسماء وصفات میں شرک کا ارتکاب کرتا ہے۔ اسی طرح جو شخص اللہ کے لئے مخلوق کی صفات میں سے کوئی صفت بیان کرتا ہے تو وہ بھی اللہ کی صفات میں شرک کا ارتکاب کرتا ہے اور اس شرک کی صورتیں درج ذیل ہیں:

۱. بعض روافض اور بعض غالی صوفیوں کا یہ عقیدہ رکھنا کہ بعض زندہ اور مردہ لوگ ہر جگہ اور ہر وقت ان کی دعاؤں کو سنتے ہیں۔

۲. علم غیب کا دعوی کرنا یا یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ کے علاوہ بھی کوئی غیب جانتا ہے؛ پس ہر وہ شے، جس کے بارے مخلوق کو باخبر نہ کیا گیا ہو اور حواس خمسہ میں سے کسی کے ذریعہ اس کا ادراک نہ ہو سکتا ہو وہ علم غیب ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ [سورة النمل:٦٥]

”کہہ دیجئے کہ آسمان والوں میں سے زمین والوں میں سے سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا، انہیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ کب اٹھا کھڑے کیے جائیں گے؟“

پس چنانچہ جو شخص یہ دعوی کرے کہ مخلوق میں سے کوئی غیب کا علم رکھتا ہے وہ اس شرک اکبر میں پڑ چکا ہے جو دین سے خارج کر دیتا ہے۔ غیر اللہ کے لئے علم غیب کا دعوی کرکے شرک کرنے کی مثالیں درج ذیل ہیں:

(الف) یہ عقیدہ رکھنا کہ بعض اولیاء اور صالحین غیب کا علم رکھتے ہیں؛ اور یہ عقیدہ روافض اور صوفیاء کے ہاں پایا جاتا ہے؛ یہی وجہ ہے کہ آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ انبیاء اور مردوں سے فریاد کرتے ہیں؛ اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ انہیں ان کے حالات کا علم ہے اور ان کی باتوں کو سنتے ہیں؛ یہ تمام باتیں شرک اکبر میں سے ہیں جو دین سے خارج کر دیتا ہے۔

(ب) **الكهانة:** کاہن وہ شخص ہے جو علم غیب کا دعوی کرے؛ اور اس کے مثل اور اس کے قریب قریب درج ذیل لوگ بھی ہیں: ”العراف“ (نجومی ستارے دیکھ کر لوگوں کے احوال بتانے والا) ”الرمال“ (علم رمل جاننے والا) ”السحرة“ (جادوگر) اور ”الكهان“ (غیب کا دعویدار) پس چنانچہ جو شخص یہ دعوی کرے کہ وہ بغیر کسی خبر دینے والے کے وہ اپنے سے غائب چیزوں کا علم رکھتا ہے؛ یا وہ یہ دعوی کرتا ہے کہ کوئی واقعہ ہونے سے پہلے اسے پتا ہوتا ہے، ایسا شخص شرک اکبر کا مرتکب ہے خواہ وہ یہ دعوی کرے کہ اسے یہ علم کنکریوں کے ذریعہ

حاصل ہوا ہے یا ہاتھوں کی لکیروں کو پڑھ کر حاصل ہوا ہے یا پھر پیالیوں میں دیکھنے سے یا اس کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے۔ بہر صورت یہ شرک ہے؛ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

من أتي كاهنا أو عرافا فصدقه بما يقول فقد كفر بما أ نزل علي محمد- [رواه احمد والحاكم]

"جو شخص کسی کاہن یا نجومی کے پاس آیا اور اس کی بات کو سچا مانا اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ شریعت کے ساتھ کفر کیا۔"

شرک اکبر کی تیسری قسم: الوہیت میں شرک کرنا: یعنی کوئی عبادت اللہ سبحانہ و تعالی کے علاوہ کسی کے لئے انجام دینا یا یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ کے علاوہ بھی کوئی عبادت کا حق رکھتا ہے۔ یہ شرک بھی کبھی قولاً ہوتا ہے، کبھی فعلاً اور کبھی اعتقاداً۔

١. قولاً کی مثال جیسے دعاء کرنا؛ نذر ماننا؛ اللہ تبارک و تعالی کے علاوہ کسی سے فریاد کرنا۔
٢. فعلاً کی مثال جیسے سجدہ کرنا؛ غیر اللہ کے لئے ذبح کرنا؛ قبروں کا طواف کرنا؛ جو شخص یہ کام کرتا ہے وہ شرک اکبر میں واقع ہو چکا ہے۔ اگرچہ وہ اس بات کا اظہار کرے کہ وہ مسلمین میں سے ہے۔
٣. اعتقاداً کی مثال جیسے خوف؛ شرکیہ محبت؛ اللہ تبارک و تعالی کے سوا کسی پر توکل کرنا۔

شرک کی دوسری قسم: الشرک الاصغر:

وہ چیز جسے شرع نے شرک کا نام دیا ہو اور دلیل سے یہ ثابت ہو کہ وہ خارج عن الملت نہ ہو؛ یہ شرک توحید میں نقص ڈالتا ہے۔ لیکن دین سے خارج نہیں کرتا؛ اس شرک کے مرتکب کا حکم وہی ہے جو گنہگار موحدین کا حکم ہے؛ اس کا خون اور مال حلال نہیں ہے؛ اور یہ شرک اس عمل کو برباد کر دیتا ہے جس کے ساتھ اس کا ملاپ ہو جائے؛ جیسا کہ کوئی شخص ایک عمل اللہ کے لئے کرے اور اس پر لوگوں کی تعریف کی چاہت بھی رکھے؛ اور جیسا کہ کوئی شخص لوگوں کو دکھانے؛ سنانے اور ان سے تعریف حاصل کرنے لئے نماز کو اچھے طریقہ سے پڑھے یا صدقہ کرے یا روزہ رکھے یا اللہ کا ذکر کرے؛ یہ ریا کاری ہے اور جس عمل کے ساتھ یہ شامل ہو جائے اس عمل کو برباد کر دیتی ہے؛ اس شرک اصغر کی مثال یہ بھی ہے جیسا کہ کوئی اللہ کے علاوہ کسی کی قسم اٹھائے؛ اور اس شرک اصغر کی صورتوں میں سے یہ بھی ہے کہ ایک انسان یوں کہے: ماشاء اللہ وشاء فلان جو اللہ اور فلان چاہے؛ یا کہے: لو لا اللہ وفلان اگر اللہ اور فلان نہ ہوتے یا کہے: **هذا من الله و فلان** یہ اللہ اور فلان کی طرف سے ہے یا کہے **مالي الا الله و فلان** میرے لئے تو اللہ اور فلان کافی ہیں اور اس جیسے دیگر کلمات بلکہ یہ کہنا واجب ہے: **ماشاء الله ثم شاء فلان** جو اللہ چاہے اور پھر فلان چاہے۔

تنبیہ: شرک اصغر کبھی شرک اکبر میں تبدیل ہو جاتا ہے اس لیئے ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ ہر قسم کے شرک سے اجتناب کرے۔

شرک کی وہ صورتیں جن سے بچنا چاہیئے:

١. کسی مصیبت کو دور کرنے اور ختم کرنے لئے کڑا، دھاگہ یا اس جیسی کوئی چیز پہننا۔
٢. اپنے بچوں پر نظر بد سے بچانے کے لئے تعویذ لٹکانا، خواہ وہ موتیوں سے بنایا گیا ہو یا ہڈیوں سے یا لکھ کر بنایا جائے۔
٣. **بد شگونی لینا:** یعنی پرندوں، اشخاص یا جگہوں وغیرہ سے بد شگونی لینا؛ یہ شرک ہے کیونکہ اس میں غیر اللہ سے تعلق کا عقیدہ رکھتے ہوئے جوڑا گیا ہے کہ ایسی مخلوق سے نقصان حاصل ہوتا ہے جو خود اپنے نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتی ہے اور یہ (بد شگونی) شیطان کی طرف سے القاء اور وسوسہ ہے؛ اور توکل کے منافی ہے۔

۴. درختوں؛ پتھروں؛ آثار قدیمہ؛ اور قبروں وغیرہ سے برکت حاصل کرنا؛ پس ان اشیاء سے برکت طلب کرنا اور اس کی امید رکھنا اور اس کے حاصل ہونے کا عقیدہ رکھنا؛ یہ شرک ہے، کیونکہ اس میں حصول برکت کے لئے غیر اللہ سے تعلق جوڑا جاتا ہے۔

۵. علم نجوم اور وہ یہ ہے کہ زمینی واقعات اور اشیاء حسیہ پر ستاروں سے راہنمائی لینا۔

علم نجوم کی اقسام درج ذیل ہیں:

اولاً: علم التاثیر: زمینی حادثات وواقعات پر ستاروں کے اثر انداز ہونے کا عقیدہ رکھنا؛ جیسا کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ ستارہ اثر انداز ہوتا ہے اور پیدا کرتا ہے اور مارتا ہے۔ یہ عقیدہ کفر اکبر ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ [سورۃ الاعراف: ۵۴]

"یاد رکھو اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا۔"

یا پھر ستاروں کی حرکات سے غیبی امور اور مستقبل میں رونما ہونے والے واقعات پر راہنمائی لینا، جیسا کہ یوں کہنا: جو شخص ستارہ جوزاء کے وقت پیدا ہوتا ہے وہ بہت خوش قسمت ہوتا ہے؛ اور جو سنبلہ ستارے میں شادی کرے گا اس کی شادی ناکام ہوتی ہے؛ یہ بھی کفر اور شرک اکبر ہے؛ کیونکہ یہ علم غیب کا دعویٰ ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ [سورۃ النمل: ۶۵]

"کہہ دیجئے کہ آسمان والوں میں سے زمین والوں میں سے سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا، انہیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ کب اٹھا کھڑے کیے جائیں گے؟"

ثانیاً: علم التیسیر: ستاروں کے چلنے سے مصالح دینیہ پر راہنمائی لینا، جیسا کہ قبلہ کی سمت کی معرفت اور نماز کا وقت داخل ہونے کی معرفت؛ اس کا حکم یہ ہے کہ یہ فرض کفایہ ہے اور جسے ضرورت ہو اس کے لئے اس کا سیکھنا مستحب ہے؛ اور ان ستاروں کی چال سے دنیاوی مصالح پر راہنمائی لینے کا بھی یہ ہی معاملہ ہے۔ جیسا کہ راستوں اور سمتوں کی معرفت حاصل کرنا۔

٦. **ستاروں سے بارش طلب کرنا:** ستاروں کے ذریعہ بارش کا طلب کرنا؛ مختلف عقیدوں کی بنا پر اس کا حکم بھی مختلف ہوتا ہے اور وہ مختلف عقیدے درج ذیل ہیں:

- یہ عقیدہ رکھنا کہ ستارہ ہی بارش کا موجد اور نازل کرنے والا ہے؛ اس کا حکم یہ ہے کہ یہ ربوبیت کے معاملہ میں شرک اکبر ہے، اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے:

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ [سورۃ فاطر: ۳]

"کیا اللہ کے سوا اور کوئی بھی خالق ہے؟"

یہ استفہام نفی کے معنی میں ہے یعنی کہ اللہ کے علاوہ کوئی خالق نہیں ہے؛ اور جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ستارہ ہی بارش کا موجد ہے تو گویا وہ اس کے خالق ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے؛ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ اللہ ہی اکیلا خالق ہے۔

- یہ عقیدہ نہ رکھنا کہ ستارہ بارش کا خالق ہے، لیکن ستارہ سے دعا کرنا اور اس سے بارش کے نزول کی فریاد کرنا؛ یہ الوہیت کے معاملہ

میں شرک اکبر ہے؛ کیونکہ اس میں غیر اللہ سے ایسی چیز کی دعا کرنا ہے جس پر اللہ کے سوا کوئی قدرت نہیں رکھتا؛ جیسا کہ یوں کہنا: اے ستارے! ہمیں پانی پلا اور ہم پر بارش نازل کر؛ اور جیسے عرب ستاروں سے مانگا کرتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَ اَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿۴۹﴾ [سورۃ النجم: ۴۹]

”اور یہ کہ وہی شعریٰ (ستارے) کا رب ہے۔“

اور اس کے شرک اکبر ہونے کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے:

وَّ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ [سورۃ الجن: ۱۸]

”اور یہ کہ مسجدیں صرف اللہ ہی کے لئے خاص ہیں پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔“

اور اللہ تعالی کا فرمان ہے:

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

[سورۃ المؤمنون: ۱۱۷]

”جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے، جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں، پس اس کا حساب تو اس کے رب کے اوپر ہی ہے۔ بے شک کافر لوگ نجات سے محروم ہیں۔“

- **سبب کی نسبت کرنا:** ستارے کو بارش کا سبب قرار دینا اور حقیقی فاعل اللہ کو ہی ماننا؛ کسی ستارے کا طلوع ہونے یا غروب ہونے کو بارش کے نزول کے بعد اس کے موسلادھار ہونے کا سبب قرار دینا۔

اسکا حکم: یہ شرک اصغر اور کفر کے اعتبار سے کفر اصغر ہے؛ اور اسے کفران نعمت کہا جاتا ہے۔

- غیب کی خبر دینے کی نسبت کرنا؛ جیسا کہ یہ بیان کرنا کہ جب فلاں ستارہ طلوع ہو گا تو بارش برسے گی؛ یہ شرک اکبر ہے کیونکہ اس میں غیبی معاملات کی خبر دینا ہے اور یہ وہی کام ہے جو نجومی کرتے ہیں۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾ [سورۃ النمل: ۶۵]

”کہہ دیجئے کہ آسمان والوں میں سے زمین والوں میں سے سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا، انہیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ کب اٹھا کھڑے کیے جائیں گے؟“

یہ قسم سابقہ قسم سے ملتی جلتی ہے اور اس کے اور پچھلی قسم کے درمیان فرق یہ ہے کہ اس میں ایسے امر کے بارے میں خبر دی جاتی ہے جو مستقبل میں پیش آنا ہے؛ جبکہ سابقہ قسم میں یہ تھا کہ بارش کے نازل ہونے کے بعد اس کی نسبت ستارے کی طرف کی جاتی ہے (بطور سبب) اور ان دونوں قسموں کے حکم میں بھی فرق ہے۔ پچھلی قسم کا حکم کفر اصغر تھا؛ اور اس کا حکم کفر اکبر ہے۔

- **وقت کی نسبت کرنا:** کسی ستارے کے طلوع ہونے کے وقت کو بارش کے نزول کا وقت قرار دینا؛ اس میں ستارے کو نہ سبب قرار

دیا جاتا ہے نہ موجد اور خالق؛ بلکہ اس میں بس یہ ہے جس وقت فلاں ستارہ نکلتا ہے وہ بارش کے نزول کا وقت ہوتا ہے۔ جیسا کہ یہ کہنا: ہمارے ہاں بارش کے نزول کا وقت وہ ہوتا ہے جس وقت ثریا ستارہ نکلتا ہے یا بارش کا نزول ہوتا ہے جب سہیل ستارہ نکلتا ہے جو کہ ایک معروف ستارہ ہے۔ اس کے حکم میں اختلاف ہے اور اس بارے میں دو قول ہیں: بعض اہل علم اس کو جائز قرار دیتے ہیں؛ اور بعض اسے ناپسند کرتے ہیں اور اسے سد الذریعہ کے باب میں شامل کرتے ہیں۔

۷. **زمانہ کو برا کہنا:** کسی ناپسندیدہ امر کے وقوع ہونے یا تکلیف دہ حادثات کی بنا پر زمانہ کو گالی دینا؛ اور یہ حرام ہے؛ اور اگر یہ عقیدہ ہو کہ یہ زمانہ ان حوادث کا فاعل ہے تو یہ شرک اکبر ہے۔

۸. ایسی جگہ پر اللہ کی عبادت کرنا جہاں غیر اللہ کی عبادت کی جاتی ہو، جیسا کہ ایسی جگہ پر جانور ذبح کرنا جہاں غیر اللہ کے لئے ذبح کیا جاتا ہو۔ یہ ممنوع ہے؛ اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا یہ تو شرک اکبر ہے۔

التوسل (وسیلہ)

توسل کا لغوی معنٰی کسی چیز کے ذریعہ کسی چیز کا قرب حاصل کرنا اور اس میں یہ بھی شامل ہے کہ کوئی شخص کسی معین شئے کے ذریعہ کسی شخص کا قرب حاصل کرے۔

اصطلاحی تعریف: کوئی دعا کرنے والا اپنی دعا میں کسی ایسی چیز کا ذکر کرے جس کے بارے میں اسے امید ہو کہ وہ اس کی دعا کی قبولیت کا سبب بنے گا اور اس کی دو قسمیں ہیں :

پہلی قسم: شرعی وسیلہ: اس کی کئی اقسام ہیں: جن کا اختصار یہاں بیان ہو گا۔

١- **پہلی قسم:** اللہ کی طرف اس کے اسماء وصفات کو وسیلہ بنانا: جیسا کہ اللہ تعالی نے اپنے اس فرمان میں حکم دیا ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝١٨٠

[سورۃ الاعراف: ١٨٠]

”اللہ کے بہت اچھے اچھے نام ہیں، تم ان کے ذریعہ اسے پکارا کرو، اور انہیں چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں الحاد کا شکار ہیں، عنقریب انہیں ان کے اعمال کا بدلہ مل جائے گا۔“

٢- **دوسری قسم:** اللہ کی طرف اس ایمان اور عمل صالح کو وسیلہ بنانا جو اس وسیلہ بنانے والے میں موجود ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے اہل ایمان کے بارے میں فرمایا:

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ڰ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝١٩٣ [سورۃ آل عمران: ١٩٣]

”اے ہمارے رب! ہم نے اس پکارنے والے کی پکار کو سن لیا ہے جو ایمان کے لئے پکار رہا تھا کہ تم اپنے رب پر ایمان لے آؤ۔ پس ہم ایمان لے آئے، پس تو ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور ہماری برائیاں مٹا دے اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت عطا فرما۔“

اور جیسا کہ حدیث میں ان تین آدمیوں کا ذکر ہے جن پر چٹان گر گئی تھی اور غار کا راستہ بند ہو گیا تھا اور وہ نکل نہیں سکتے تھے تو انہوں نے اپنے نیک اعمال کو وسیلہ بنا کر دعا کی۔ اللہ نے ان کا راستہ کھول دیا اور وہ نکل کر چلے گئے۔

٣- **تیسری قسم:** اللہ کی طرف اس کی توحید کو وسیلہ بنانا، جیسا کہ یونس علیہ السلام نے وسیلہ بنایا تھا:

فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ڰ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝٨٧ [سورۃ الانبیاء: ٨٧]

”اس نے اندھیروں میں پکارا کہ اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو پاک ہے، بے شک میں ظالموں میں سے ہوں۔“

۴- **چوتھی قسم:** اللہ کے سامنے اپنی کمزوری، حاجت اور محتاجگی کا اظہار کر کے اسے وسیلہ بنانا، جیسا کہ ایوب علیہ السلام نے فرمایا تھا:

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۸۳﴾ [سورۃ الانبیاء:۸۳]

"اے میرے رب! مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو رحم کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔"

۵- **پانچویں قسم:** زندہ نیک لوگوں کی دعا کو وسیلہ بنانا، جیسا کہ جب خشک سالی ہوتی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کرتے کہ وہ ان کے لئے دعا کریں اور جب آپ فوت ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کرتے کہ وہ ان کے لئے دعا کریں۔

۶- **چھٹی قسم:** اللہ کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے اسے وسیلہ بنانا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۶﴾ [سورۃ القصص:۱۶]

"موسی علیہ السلام نے کہا اے میرے رب! میں نے اپنی نفس پر بہت ظلم کیا ہے تو مجھے معاف فرما۔ تو اللہ نے اسے معاف فرمادیا۔ بے شک وہ بہت معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

توسل کی دوسری قسم: غیر شرعی وسیلہ: یہ وہ وسیلہ ہے جس کا ذکر کتاب اللہ اور سنت میں شرعی وسیلہ کے طور پر نہ آیا ہو اور اس کی بہت سی مثالیں ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

۱- **مُردوں کو وسیلہ بنانا:** یہ جائز نہیں ہے، عمر بن خطاب اور معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما اور جو ان کے دور میں صحابہ اور تابعین موجود تھے، ان کے حوالہ سے یہ بات موجود ہے کہ جب وہ خشک سالی کا شکار ہوتے تو بارش طلب کرتے اور کسی زندہ آدمی کو وسیلہ بناتے اور اس سے سفارش کراتے تھے، جیسا کہ عباس رضی اللہ عنہ اور یزید بن اسود رضی اللہ عنہ، اور یہ وسیلہ ان کے دعا کا ہوتا تھا نہ کہ ان کی ذات کا اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے بارش نہیں مانگی اور نہ ان کی یا کسی دوسرے کی قبر کے پاس جا کر بارش مانگی، بلکہ انہوں نے اس کے نعم البدل کی طرف رجوع کیا۔ جیسا کہ عباس اور یزید رضی اللہ عنہما۔ عمر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللهم إنا كنا نتوسل إليك بنبينا فتسقينا وإنا نتوسل إليك بعم نبينا فاسقنا قال فيسقون- [رواه البخاري]

"اے اللہ! ہم پہلے تیرے سامنے اپنے نبی کی (دعا) کو وسیلہ بناتے تھے، تو ہمیں بارش دیتا تھا، اب ہم اپنے نبی کے چچا کی (دعا) کو وسیلہ بناتے ہیں، تو ہم پر بارش برسا۔ راوی فرماتے ہیں: ان پر بارش نازل ہوتی تھی۔"

پس جب ان کے لئے یہ ممکن نہ رہا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جائز وسیلہ پکڑ سکیں، جیسا کہ وہ پہلے کرتے تھے تو انہوں نے آپ کے چچا کو نعم البدل بنالیا، حالانکہ ان کے لئے یہ ممکن تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس آتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بناتے کہ اگر یہ جائز ہوتا، پس ان کا یہ نہ کرنا اس بات پر دلیل ہے کہ مُردوں کا وسیلہ جائز نہیں ہے۔

۲- **نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر کسی کی شان یا رتبہ کو وسیلہ بنانا:** یہ جائز نہیں ہے اور یہ حدیث کہ ((جب تم اللہ سے کچھ مانگو تو میرے مرتبہ کے وسیلہ سے مانگو، کیونکہ اللہ کے ہاں میرا رتبہ بہت عظیم ہے)) من گھڑت ہے اور اسے کسی اہل علم نے ذکر نہیں کیا ہے اور جس بارے میں کوئی صحیح دلیل موجود نہ ہو اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ عبادات صرف صحیح دلیل کی موجودگی میں ہی درست ہوتی ہیں۔

۳- کسی مخلوق کی ذات کو وسیلہ بنانا جائز نہیں ہے اور اسی طرح ان کے حق کو وسیلہ بنانا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر نہیں ملتا۔

مخلوق سے استعانت (مدد طلب کرنا) اور ان سے استغاثۃ (فریاد کرنے) کا حکم:

الإستعانة : کسی سے کسی کام میں معاونت اور مدد طلب کرنا۔

الإستغاثة : کسی سے فریاد کرنا اور تکلیف سے چھٹکارا مانگنا۔

اسکی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: کسی مخلوق سے ان کاموں میں مدد چاہنا جو ان کی قدرت میں ہوں اور یہ جائز ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى [سورة المائدة:۲]
"اور تم نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔"

نیز اللہ تعالی نے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ [سورة القصص:۱۵]
"پس اس شخص نے انہیں مدد کے لئے پکارا جو ان کے گروہ میں سے تھا اس شخص کے خلاف جو ان کے دشمنوں میں سے تھا۔"

اور جیسا کہ کوئی آدمی لڑائی وغیرہ میں اپنے ساتھیوں سے ان معاملات میں مدد مانگتا ہے جو انسان کی قدرات اور طاقت میں ہوتے ہیں۔

دوسری قسم: کسی مخلوق سے ان معاملات میں مدد چاہنا جو ان کی قدرت اور طاقت سے باہر ہو، جیسا کہ مُردوں سے مدد مانگنا اور فریاد کرنا اور زندہ لوگوں سے ان معاملات میں مدد مانگنا جس کی سوائے اللہ کے کوئی قدرت نہیں رکھتا ہو، جیساکہ مریض کے لئے شفاء مانگنا، تکلیف سے نجات مانگنا، نقصان دور کرنے کا سوال کرنا۔ استعانت اور استغاثہ کی یہ قسم جائز نہیں ہے اور شرک اکبر ہے اور اس کی دلیل اللہ تعالی کا فرمان ہے:

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰۶ [سورة یونس:۱۰۶]
"اور تم اللہ کے سوا کسی ایسے کو نہ پکارو جو نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان، اگر تم ایسا کروگے تو تمہارا شمار ظالموں میں ہوگا۔"

دوسرا ناقض - کفر:

کفر کی لغوی تعریف: کفر کی لغوی معنی ہے: ڈھانپنا اور چھپانا اور اس کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم - کفر اکبر:

یہ ایمان کی ضد ہے اور اس سے مراد ہر وہ اعتقاد، قول، فعل یا ترک (کسی کام کو ترک کرنا) ہے جو دین سے خارج کردیتا ہے۔

۱- اعتقاد کی مثال، جیسے کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ کسی کا نبی ﷺ کی شریعت سے خروج جائز ہے یا یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کی شریعت کے علاوہ دیگر قوانین سے فیصلہ کرنا جائز ہے، یا یہ عقیدہ رکھے کہ کوئی نظام اللہ کی شریعت سے افضل یا درجہ میں اس کے برابر ہے، یا نبی ﷺ کی لائی ہوئی

شریعت میں سے کسی حکم کو ناپسند کرے اور بغض رکھے، اگرچہ اس پر عمل پیرا ہو، یا اللہ تبارک و تعالیٰ کے دشمنوں سے محبت رکھے۔

۲- قول کی مثال: جیسے کوئی شخص اللہ یا اس کے رسول یا اس کے دین میں سے کسی کا استہزاء کرے یا اسے برا کہے، **تعالى الله عما يقولون علوا كبيرا** (اللہ بہت بلند ہے اس سے جو یہ کہتے ہیں)

۳- فعل کی مثال: جیسے کوئی اللہ کی شریعت کے علاوہ دیگر سے فیصلہ کرے، یا کوئی شخص کوئی قانون وضع کرے اور اس سے فیصلے کرے یا لوگوں کو حکم دے کہ وہ اپنے فیصلوں کے لئے اس کی طرف رجوع کریں یا وہ شخص اپنے آباء واجداد کی عادات یا اپنے قبیلے کی رسم و رواج کے مطابق فیصلہ کرے یا وہ ایسے شخص کی اطاعت کرے جو اللہ کی شریعت کے علاوہ سے فیصلہ کرتا ہو اور اپنے قول کو اللہ کی شریعت پر مقدّم کرتا ہو یا جیسے وہ شخص جو اللہ کی شریعت سے فیصلہ نہ کرنے اور قوانین وضعیہ سے فیصلے کرنے کی دعوت دیتا ہے، یا جیسے وہ شخص جو کفار و مشرکین کی مدد اور ان سے دوستی کرتا ہے۔

۴- ترک کی مثال: جیسا کہ نماز کو چھوڑنا۔ یہ صحابہ کے اجماع کے مطابق کفر ہے۔

کفر اکبر کی اقسام:

کفر اکبر کی بہت سی اقسام ہیں، جن میں سے اہم اہم درج ذیل ہیں:

⊙ کفر اکبر کی پہلی قسم: کفر الإنکار والتکذیب:

اپنے دل یا زبان سے دین کے اصول میں سے کسی اصل یا اس کی اخبار میں سے کسی ایسی خبر کا انکار کرنا جس کا دین اسلام میں جاننا ضروری ہو اور اس کے حوالہ سے کتاب اللہ میں کوئی واضح نص موجود ہو، یا اس کے بارے میں نبی ﷺ کی احادیث متواترہ موجود ہوں جن کا تواتر معلوم و مشہور ہو، اسی طرح اپنا اعضاء سے ایسا عمل کرنا جو اللہ کے دین میں سے کسی چیز کے انکار پر دلالت کرتا ہو۔

اس قسم کے کفر کی مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

أ- ارکان ایمان میں سے کسی رکن یا اس کے علاوہ دین کے اصولوں میں سے کسی اصل کا انکار کردینا، یا کسی ایسی چیز کا انکار کرنا جس کے بارے میں اللہ نے اپنی کتاب میں خبر دی ہو یا اس بارے میں احادیث متواترہ موجود ہوں، جیسا کہ اللہ کی ربوبیت یا اس کی الوہیت کا انکار کرنا یا اس کے کسی نام یا صفت کا انکار کرنا جس پر اجماعِ قطعی ہو چکا ہو، جیسا کہ صفت علم کا انکار کرنا یا پھر کوئی ملائکہ میں سے کسی کے وجود کا انکار کردے، جن کے وجود پر مجمع علیہ ہے۔ جیسے جبریل یا میکائیل علیہما السلام کا انکار کرنا اور اس اصول دین کے انکار کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ کفار کے ادیان کو صحیح سمجھنا، جیسے یہود و نصاریٰ اور اس کے علاوہ دیگر کفار کے ادیان، یا ان کی تکفیر نہ کرنا یا یہ کہنا کہ وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے اور اصول دین کے انکار کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اپنی نسبت اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین کی طرف کرنا جیسے کوئی کہے کہ وہ نصرانی ہے۔ اصول دین کے انکار کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ کوئی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کا انکار کردے، یا وہ تمام صحابہ یا ان میں سے اکثر کے ارتداد کا قائل ہو یا انہیں فاسق قرار دے۔ اس اصول دین کے انکار کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ کوئی جنات کے وجود کا انکار کردے۔

ب- کوئی شخص محرمات میں سے کسی واضح حرام چیز کی حرمت کا انکار کرے جس کی حرمت پر اجماع ہو، جیسا کہ چوری، شراب کا پینا، زنا کرنا، عورت کا غیر شوہر کے سامنے زیبائش کرنا، عورتوں اور مردوں کا اختلاط، میں سے کسی کا انکار کرنا، یا یہ نظریہ رکھنا کہ کسی کے لئے جائز ہے کہ وہ اللہ کی شریعت کے علاوہ سے فیصلہ کرے یا فیصلہ کے لئے رجوع کرے۔

ت۔ کوئی شخص کسی واضح حلال اور مباح چیز کی حلت کا انکار کرے جس کی حلت پر اجماع ہو، جیسا کے چوپائے جانوروں کے گوشت کی حلت کا انکار کرنا، یا مرد کے لئے ایک سے زائد شادیوں کی حلت کا انکار کرنا، یا روٹی کھانے کی حلت کا انکار کرنا وغیرہ وغیرہ۔

ث۔ کوئی شخص ان واجبات میں سے کسی واجب کا انکار کردے جس کے وجوب پر اجماعِ قطعی ہو چکا ہو، جیسا کہ کوئی ارکان اسلام میں سے کسی رکن کے وجوب کا انکار کردے، یا بنیادی طور پر جہاد کے وجوب کا ہی انکار کرے، یا بنیادی طور پر امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کے وجوب کا انکار کرے۔

⦿ کفر اکبر کی دوسری قسم: کفر الشک والظن:

کوئی مسلمان ان اصول دین، جن پر اجماع ہو چکا ہے ان میں سے کسی معاملہ میں تردد کا شکار ہو جائے، یا پھر وہ کسی خبر یا دین کے کسی ثابت شدہ حکم جس کا علم ضروری ہو اس کی تصدیق میں پختہ نہ ہو، کیونکہ ایمان میں دل کی پختہ تصدیق ضروری ہے جس کے ساتھ شک اور تردد لاحق نہ ہو، سو جو شخص اپنے ایمان میں تردد کرے گا وہ مسلمان نہیں ہو سکتا، جیسا اللہ تعالیٰ نے باغ والے شخص کے قصہ میں ہمیں یہ بتایا ہے کہ وہ محض اس وجہ سے کافر ہو گیا کہ اسے اس بات میں شک تھا کہ اس کا باغ کبھی خراب نہیں ہو گا اور ہمیشہ ایسا ہی رہے گا اور اسے قیامت کے قائم ہونے میں شک تھا جب اس نے یہ کہا کہ:

قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنۡ تَبِيۡدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا ۙ﴿۳۵﴾ [سورۃ الکھف:۳۵]

"میں نہیں سمجھتا کہ یہ باغ کبھی خراب ہو گا۔"

اور جب اس نے کہا:

وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآٮِٕمَةً ۙ [سورۃ الکھف:۳۶]

"میں نہیں سمجھتا کہ قیامت قائم ہو گی۔"

اس کے مؤمن ساتھی نے جواباً کہا:

اَكَفَرۡتَ بِالَّذِىۡ خَلَقَكَ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَةٍ ثُمَّ سَوّٰٮكَ رَجُلًا ؕ﴿۳۷﴾ [سورۃ الکھف:۳۷]

"کیا اس ذات کے ساتھ کفر کرتے ہو جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے اور پھر تمہیں پورا آدمی بنایا۔"

اس قسم کے کفر کی دیگر مثالیں قرآن کی صحت پر شک کرنا، یا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کے معاملہ میں شک کرنا، یا جبریل علیہ السلام کے فرشتہ ہونے میں شک کرنا یا شراب کی حرمت پر شک کرنا، یا یہود و نصاریٰ کے کفر پر شک کرنا۔

⦿ کفر اکبر کی تیسری قسم: کفر الإباء والإستکبار

دل اور زبان سے اسلام کے اصول اور اس کے احکام کی تصدیق کرنا اور اعضاء سے تکبر اور اپنے آپ کو بلند سمجھنے کی بنا پر اس کے کسی حکم پر عمل کرنے سے انکار کرنا۔

اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص تکبر کی بنا پر شریعت کے احکام میں سے کسی حکم پر عمل کرنے سے انکار کردے وہ کافر ہے کیونکہ وہ ایسا کر کے اللہ کے حکم پر اعتراض کرتا ہے، اور اللہ کے حکم پر اعتراض کرنا یہ اس کی ربوبیت پر طعن کرنے اور اس کی کتاب و سنت سے ثابت شدہ صفات میں سے ایک صفت کے انکار کرنے کے مترادف ہے اور اللہ کی وہ صفت اس کا حکیم ہونا ہے۔

اس کفر کی سب سے واضح مثال جیسا کہ ابلیس نے ہمارے والد آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا، تکبّر اور اللہ کے حکم کو حقیر جاننے کی بنا پر اور اس اعتراض کی بنا پر کہ وہ آدم علیہ السلام سے افضل ہے، پس اس نے اللہ کی حکمت پر اعتراض کیا اور اس بنا پر اس کا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔

اس کفر کی مثالوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کوئی شخص جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے اس بنا پر انکار کر دے کہ اس میں وہ اور دوسرے لوگ برابر کھڑے ہوتے ہیں تو اس تکبر کی وجہ سے وہ اس سے انکار کر دے، یا کوئی شخص احرام پہننے سے اس بنا پر انکار کر دے کہ وہ فقراء کا لباس ہے اور اس کی شان کے لائق نہیں ہے۔

⊙ کفر اکبر کی چوتھی قسم: کفر السبّ والاستهزاء:

کوئی شخص اپنے قول یا فعل سے اللہ کے ساتھ استہزاء کرے یا اس کے ناموں میں سے کسی نام کے ساتھ یا اس کی صفات میں سے کسی صفت کے ساتھ استہزاء کرے، یا پھر اللہ کے لئے کوئی صفت نقص بیان کرے، یا وہ اللہ کو گالی دے یا اللہ کے دین کو گالی دے اور یوں کہے کہ یہ دین قدامت پسندی والا دین ہے اور اس دور کے لحاظ سے مناسب نہیں ہے یا پھر وہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کے ساتھ استہزاء کرے یا ان میں سے کسی ایک کا مذاق بنائے۔ مثلاً ملک الموت کا مذاق بنائے یا پھر وہ اللہ کی کتاب یا اس کی کسی آیت کو اپنے قول یا فعل سے مذاق کا نشانہ بنائے۔ جیسا کہ اسے غلاظت والی جگہ یا اس جیسی دوسری جگہ پر پھینک دے، یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو گالی دے یا انہیں مذاق کا نشانہ بنائے، یا پھر قرآن وسنت میں موجود واجبات اور سنن میں کسی واجب یا سنت کا مذاق اڑائے، جیسا کہ کوئی نماز کا مذاق بنائے، یا مسواک کا مذاق بنائے، یا بڑی داڑھی کا مذاق بنائے۔

اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو اللہ کے دین کے ساتھ استہزاء کرتا ہے یا اسے گالی دیتا ہے وہ کافر ہے خواہ کوئی اسے مذاق میں کرے یا کھیل کود میں کرے یا وہ کافروں کو خوش کرنے کے لئے کرے، یا کسی دوسرے کو خوش کرنے کے لئے کرے یا پھر وہ یہ کام جھگڑے کی حالت میں کرے یا غصہ کی حالت میں کرے یا اس کے دیگر کسی بھی طریقہ سے کرے وہ کافر ہی ہو گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر کفر کا حکم لگایا جنہوں نے اللہ، اس کی آیات اور اس کے رسول محمد ﷺ کے ساتھ استہزاء کیا باوجود اس کے کہ انہوں نے کہا کہ وہ یہ سب کھیل میں کر رہے ہیں: جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

> وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۚ إِنْ نَعْفُ عَنْ طَائِفَةٍ مِنْكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿٦٦﴾ [سورۃ التوبۃ: ۶۵-۶۶]
>
> ”اگر آپ ان سے پوچھیں تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو یونہی آپس میں ہنس بول رہے تھے۔ کہہ دیجئے کہ اللہ، اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لئے رہ گئے ہیں؟ تم بہانے نہ بناؤ یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد بے ایمان ہوگئے، اگر ہم تم میں سے کچھ لوگوں سے درگزر بھی کر لیں تو کچھ لوگوں کو ان کے جرم کی سنگین سزا بھی دیں گے۔“

کیونکہ جو ایسا کرتا ہے وہ ربوبیت، الوہیت اور رسالت کی توہین کرتا ہے اور اللہ کے دین کی توہین کرتا ہے اور یہ ایمان اور اسلام کے منافی ہے۔

⊙ کفر اکبر کی پانچویں قسم: کفر البغض:

اللہ کے دین میں سے کسی چیز کو ناپسند کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

> ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ﴿٩﴾ [سورۃ محمد: ۹]
>
> ”یہ اس لئے کہ وہ اللہ کی نازل کردہ چیز سے ناخوش ہوئے، پس اللہ تعالیٰ نے (بھی) ان کے اعمال ضائع کر دیئے۔“

جیسا کہ کوئی نماز کو ناپسند کرے یا حجاب کو ناپسند کرے یا اقامت حدود اور سنن کی اتباع کو ناپسند کرے۔ دین کے کسی حکم سے بغض کی دو صورتیں ہیں:

۱- دین میں کسی چیز سے اس طور پر نفرت کرنا کہ وہ اللہ کا حکم ہے۔ یہ کفر ہے۔
۲- دین کی کسی چیز کو اس طور پر ناپسند کرنا کہ اس پر عمل کرنا نفس پر مشکل ہو لیکن وہ اس کا اقرار کرتا ہو اور یہ جانتا ہو کہ یہ حق ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ [سورۃ البقرۃ: ۲۱۶]
"تم پر جہاد فرض کیا گیا اگرچہ وہ تمہیں ناپسند ہے۔"

جہاد کو انسان ناپسند کرتا ہے، کیونکہ اس میں جان کے چلے جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس کفر کی ایک مثال یہ بھی کہ جیسا کہ کوئی زکوٰۃ نکالنے کو ناپسند کرے اور یہ بخیلی کی بنا پر، نہ کہ اس بنا پر کہ یہ شریعت کا حکم ہے۔ اس کی ایک مثال یہ بھی کہ جیسا کہ بیوی اس بات کو ناپسند کرتی ہے کہ اس کا شوہر دوسری شادی کرے، اس طور پر ناپسند کرنا کفر نہیں ہے۔

⦿ کفر اکبر کی چھٹی قسم: کفر الاعراض:

اللہ کے دین سے اعراض کرنا نہ اسے سیکھنا اور نہ اس پر عمل کرنا، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا ۚ إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنتَقِمُونَ ﴿٢٢﴾ [سورۃ السجدۃ: ۲۲]
"اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے وعظ کیا گیا، پھر بھی اس نے ان سے منہ پھیر لیا، (یقین مانو) کہ ہم بھی گناہ گاروں سے انتقام لینے والے ہیں۔"

اس سے مقصود وہ شخص ہے جسے اللہ کے دین سے علم اور عمل ہر اعتبار سے کلی طور پر اعراض کرے یا وہ شخص جو دین کا بنیادی علم ہی نہ سیکھے، یا وہ شخص جو اس عمل سے اعراض کرے جس کا چھوڑنا کفر ہو۔ اور وہ شخص جو دین کے بعض واجبات سے منہ موڑتا ہے جن کا چھوڑنا کفر نہ ہو وہ اس قسم کے تحت نہیں آتا۔

⦿ کفر اکبر کی ساتویں قسم: الکفر بموالات الکافرین یعنی کافروں سے دوستی کے سبب کافر ہونا:

مسلمانوں کے خلاف مشرکین کی مدد اور معاونت کرنا یہ کفر ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٥١﴾ [سورۃ المائدۃ: ۵۱]
"اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، جو انہیں دوست بنائے گا اس کا شمار انہی میں سے ہوگا، بے شک اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔"

مسئلہ: الولاء والبراء:

یہ جان لو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مؤمنین سے ولاء یعنی دوستی کو واجب کیا ہے اور اس کی بہت تاکید کی ہے اور اس نے مشرکین سے ولاء کو حرام کیا ہے اور اس حوالہ سے بہت سختی کی ہے، یہاں تک کہ اللہ کی کتاب میں توحید کے وجوب اور شرک کی حرمت کے بعد جتنی کثرت اور وضاحت سے اس حکم کے دلائل موجود ہیں کسی اور حکم کے نہیں ہیں۔

مؤمنین سے ولاء کے حوالہ سے سب سے واضح دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ [سورۃالتوبۃ: ۷۱]

”مؤمن مرد و عورت آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ عنقریب رحم کرے گا۔ بے شک وہ اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔“

اور کافروں سے براءت کے وجوب اور ان سے دوستی کی حرمت کے حوالہ سے سب سے واضح دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ [سورۃ الممتحنۃ: ۴]

”مسلمانو! تمہارے لئے ابراہیم علیہ السلام میں اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے برملا کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن جن کی اللہ کے علاوہ تم عبادت کرتے ہو ان سب سے بیزار ہیں، ہم تمہارا انکار کرتے ہیں اور جب تک تم اکیلے اللہ پر ایمان نہ لے آؤ، ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے بغض اور عداوت ظاہر ہوگئی سوائے ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کے جو انہوں نے اپنے والد سے کہا تھا کہ میں تمہارے لئے استغفار ضرور کروں گا اور میں تمہارے لئے اللہ کے سامنے کوئی اختیار نہیں رکھتا۔ اے ہمارے رب! تجھ پر ہم نے بھروسہ کیا اور تیری طرف ہی ہم رجوع کرتے ہیں اور تیری طرف ہی لوٹنا ہے۔“

اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ مؤمنین سے دوستی واجب اور کافروں سے دوستی حرام ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝ [سورۃ آل عمران: ۲۸]

”مؤمنوں کو چاہیئے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں، جو ایسا کرے گا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں، سوائے اس کے کہ تم ان کے شر سے بچنا چاہتے ہو، اور اللہ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔“

ابن جریر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ اے مؤمنو! تم کافروں کو اپنا انصار اور مددگار نہ بناؤ کہ تم اپنے دین کے خلاف ان کے ساتھ ولاء کرو اور مؤمنین کی نصرت کے بجائے ان کے خلاف ان کفار کی نصرت کرو، اور ان کافروں کو مسلمانوں کے راز بتاؤ۔ جو بھی ایسا کرے گا، اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں۔ یعنی اللہ اس سے بری اور وہ اللہ سے بری ہے۔ کیونکہ وہ اس کے دین سے مرتد ہو گیا ہے اور کفر میں داخل ہو گیا۔

جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسلام کی بیعت کے لئے آئے تو جریر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ میرے لئے شرط خود مقرر کر دیجئے؛ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أبايعك على أن تعبد الله وتقيم الصلوة وتؤتي الزكوة وتناصح المسلمين وتفارق المشركين [رواه النسائي]

"میں تم سے بیعت لیتا ہوں کہ تم اللہ کی عبادت کروگے، نماز قائم کروگے، زکاۃ ادا کروگے، تمام مسلمانوں سے خیر خواہی کروگے اور مشرکوں سے علیحدہ رہوگے۔"

⊙ کفر اکبر کی آٹھویں قسم: جادو:

الصرف (پھیرنا) اور العطف (میلان) بھی اس جادو میں سے ہے اور جو اس جادو کا ارتکاب کرتا ہے اور اس پر راضی ہوتا ہے وہ کافر ہوجاتا ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ [سورۃ البقرۃ:۱۰۲]

"وہ دونوں کسی کو جادو نہیں سکھاتے تھے یہاں تک کہ وہ کہتے ہم تو ایک آزمائش ہیں تم کفر نہ کرو۔"

الصرف: یہ جادو کا وہ عمل ہے جس کی بنا پر ایک محبوب شخص ناپسندیدہ ہوجاتا ہے۔

العطف: یہ جادو کا وہ عمل ہے جس کی بنا پر ایک ناپسندیدہ شخص پسندیدہ ہوجاتا ہے۔

مسئلہ: جادو گر کے پاس جانے کا حکم: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

من أتى كاهنا أو عرافا فصدقه بما يقول فقد كفر بما أنزل على محمد [رواه احمد]

"جو کسی کاہن یا نجومی کے پاس آیا اور اس کی بات کی تصدیق کی، اس نے اس شریعت کے ساتھ کفر کیا جو محمد ﷺ پر اتاری گئی ہے۔"

ایک اور مقام پر فرمایا:

من أتى عرافا فسأله عن شيء لم تقبل له صلاة أربعين ليلة [رواه مسلم]

"جو کسی نجومی کے پاس آیا اور اس سے کچھ پوچھا تو اس کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں ہوگی۔"

مسئلہ: جادو کا علاج جادو سے کرنے کا حکم بھی وہی ہے جو حکم جادو کا ہے۔

⊙ کفر اکبر کی نویں قسم: جو مشرکین کو کافر تسلیم نہ کرے یا ان کے کفر میں شک کرے یا ان کے مذہب کو صحیح تسلیم کرے تو ایسا شخص کافر ہوجاتا ہے:

اس ناقض کے عموم پر علماء کا اجماع ہے، اور یہ ناقض ایک اصل پر قائم ہے، اور اس اصل کی بنیاد قرآن کی دلیل اور اجماع المسلمین ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ [سورۃ العنکبوت: ۴۷]

"اور ہماری آیتوں کا انکار صرف کافر ہی کرتے ہیں۔"

نیز ارشاد فرمایا:

فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَ كَذَّبَ بِالصِّدۡقِ اِذۡ جَآءَهٗ ؕ اَلَيۡسَ فِىۡ جَهَنَّمَ مَثۡوًى لِّلۡكٰفِرِيۡنَ ۝۳۲ [سورۃ الزمر:۳۲]

"اس سے بڑا ظالم اور کون ہوسکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ بولے اور سچائی جب اس کے پاس آجائے تو اسے جھٹلادے؟ کیا ایسے کافروں کا ٹھکانہ جہنم نہیں ہے؟"

اور اس جیسے دیگر اور دلائل شرعیہ جو اس شخص کے کفر پر دلالت کرتے ہیں جو شریعت واحکام شریعت میں سے کسی بھی ثابت شدہ بات کو جھٹلاتا ہے، جب یہ ثابت ہو گیا کہ کسی چیز کا جھٹلانا اور انکار کرنا، یہ اس کے پہچاننے اور اعتراف کے بعد ہی ہوتا ہے تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ اس ناقض کے حق ہونے کی وجہ درج ذیل ہے:

☆ جو شخص کسی ایسے کافر کو کافر نہ مانے جس کے بارے میں اسے اللہ کی طرف سے قطعی نص پہنچ چکی ہے جو اس کی تکفیر پر دلالت کرتی ہے یا اس کے پاس اس کی تکفیر پر دلالت کرنے والی رسول اللہ ﷺ کی کوئی قطعی دلالت والی حدیث موجود ہو، اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے نزدیک تکفیر کی شروط پوری ہو چکی ہوں اور موانع بھی موجود نہ ہوں تو ایسا شخص اس کافر کی تکفیر نہ کر کے کتاب وسنت کی واضح نصوص کو جھٹلاتا ہے اور جو قرآن وسنت کی واضح نص کو جھٹلاتا ہے وہ بالاجماع کافر ہے۔

فصل: اس ناقض کی مزید وضاحت:

مشرکین کی تکفیر نہ کرنے کی کئی صورتیں ہیں:

۱- جو کسی ایسے شخص کی تکفیر نہ کرے جس کی قرآن وسنت کے نص نے معیّن تکفیر کی ہو تو وہ شخص کافر ہو جاتا، جیسا کہ کوئی ابلیس، فرعون، ہامان، ابوجہل، ابوطالب وغیرہ کی تکفیر نہ کرے تو ایسا شخص کافر ہو جاتا ہے، کیونکہ اس نے وحی کو رد کیا اور اسے جھٹلایا ہے اور اس معاملہ میں سوائے اس کے کوئی مخالفت نہیں کرتا جس کی بصیرت کو اللہ نے ختم کر دیا ہو، اور جو ایسا کرتا ہے یعنی ایسے کافروں کی تکفیر نہیں کرتا وہ اللہ کے فیصلے کے مخالف فیصلہ کرتا ہے اور اس کے فیصلے کی مخالفت کرتے ہوئے اس کی بات سے منہ پھیر لیتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاللّٰهُ يَحۡكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكۡمِهٖ ؕ وَهُوَ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ۝۴۱ [سورۃ الرعد: ۴۱]

"اور اللہ فیصلہ کرتا ہے اور کوئی اس کے حکم کو پیچھے ڈالنے والا نہیں ہے اور وہ جلد حساب لینے والا ہے۔"

۲- جو شخص کافر اصلی کی تکفیر نہ کرے تو ایسا شخص بھی کافر ہو جاتا ہے۔ جیسے یہود و نصاریٰ اور مجوس اور ان جیسے دوسرے کفار۔ قاضی عیاض کتاب الشفاء میں فرماتے ہیں:

ولهذا نكفر من لا يكفر من دان بغير ملة المسلمين من الملل أو وقف فيهم أو شك أو صح مذهبهم- [المجلد ۲/۲۸٦]

"اور اسی بناء پر ہم اس شخص کی تکفیر کرتے ہیں جو ان لوگوں کو کافر تسلیم نہ کرے جو مسلمانوں کی ملت کے علاوہ دیگر ملتوں کو بطور دین اختیار کرتا ہے یا انکی تکفیر میں توقف کرے یا شک کرے یا ان کے مذہب کو صحیح تسلیم کرے۔"

۳- جو ایسے کافر کی تکفیر نہ کرے جس کی معیّن تکفیر پر علماء کا اجماع ہو چکا ہو۔ تو ایسا شخص بھی کافر ہو جاتا ہے۔

۴- جس کے سامنے دلائل شرعیہ سے یہ واضح ہو چکا ہو کہ لوگوں میں سے فلاں معیّن شخص کافر ہو گیا ہے پھر بھی وہ اس کی تکفیر پر توقف کرے تو ایسا شخص بھی کافر ہو جاتا ہے، شیخ مراکشی فرماتے ہیں:

ورغم ما قلت من التحذير لا ينبغي الوقوف فى التكفير
إذا بدا الكفر جليا و ظهر من لم يكفر كافرا فقد كفر

”باوجود اس کے میں کہ میں بچنے کا کہتا ہوں کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ ایسے شخص کی تکفیر میں توقف کرے جس کا کفر بالکل واضح ہو چکا ہو۔ کیونکہ جو کسی کافر کی تکفیر نہیں کرتا وہ کافر ہو جاتا ہے۔“

ان سابقہ باتوں سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اِس ناقض کا اطلاق اس کافر کے حق میں ہوتا ہے جس کا کفر بالکل واضح ہو۔ جیسے یہود و نصاریٰ اور ان جیسے دیگر کفار جن کی تکفیر نہ کرنے سے شریعت کی قطعی نصوص کو جھٹلانا لازم آتا ہو، اور اس جیسا شخص یعنی جو ایسے کافر کی تکفیر نہیں کرتا وہ بالاجماع کافر ہے اور جہاں تک ایسے شخص کا تعلق ہے جو ایسے ناقض کا ارتکاب کرتا ہے جس کے ناقض ہونے میں اختلاف ہو تو اس کی تکفیر نہ کرنے والا کافر نہیں ہوتا جیسا کہ نماز کو چھوڑنا۔

مسئلہ : ان جاہل مسلمانوں کی تکفیر نہیں کی جائے گی جو اس معاملہ میں توقف کرتے ہیں حتی کہ ان پر حجت قائم کی جائے اور یہ دو امور کی بنا پر ہے:

۱- کیونکہ وہ پہچانتے ہیں کہ ان کا قول کفر ہے اگرچہ وہ ان کے حالات سے لاعلم ہیں۔
۲- کیونکہ وہ پہچانتے ہیں کہ یہ قول نواقض اسلام میں سے ہے، اگرچہ وہ ان کے حالات سے لاعلم ہیں۔

اہل علم کی کے نزدیک اس قاعدہ کے اطلاق کا معاملہ ان باقی نصوص جیسا ہی ہے جو وعید پر مشتمل ہیں۔ یعنی اس قاعدہ کا استعمال اس وقت ہو گا جب جماعتوں اور ملتوں کے بارے میں کلام عام ہو، لیکن معیّن اشخاص پر اس کا استعمال کرنے کے لیے لازمی ہے کہ تکفیر کی شروط اور موانع کا لحاظ کیا جائے۔

دوسری قسم-کفر اصغر:

کفر اصغر وہ ہے جس کے بارے میں شریعت میں بیان کیا گیا ہو کہ یہ کفر ہے؛ اور دلیل سے یہ بات ثابت ہو کہ وہ ایسا کفر نہیں ہے جو دین سے خارج کر دے۔ جیسا کہ شوہر کی ناشکری کرنا۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

أُرِيتُ النَّارَ فَإِذَا أَكْثَرُ أَهْلِهَا النِّسَاءُ يَكْفُرْنَ قِيلَ أَيَكْفُرْنَ بِاللَّهِ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ [رواه البخاري]

”مجھے جہنم دکھائی گئی تو میں نے دیکھا کہ اس میں زیادہ تر عورتیں تھیں جو کفر کرتی ہیں۔ کہا گیا کہ کیا اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ خاوند کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان فراموشی کرتی ہیں۔ اگر تم ایک عرصہ تک ان کے ساتھ احسان کرتے رہو اور پھر وہ تم میں کسی ناگوار بات کو دیکھ لیں تو فوراً بول اٹھے گی کہ میں نے تیری طرف سے کبھی کوئی بھلائی دیکھی۔“

اسی طرح نسبوں میں طعن کرنا اور میت پر نوحہ کرنا بھی کفر اصغر میں سے ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

اثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ: الطَّعْنُ فِي النَّسَبِ ، وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ. [رواه مسلم]

”لوگوں میں دو باتیں موجود ہیں جو کفر ہیں: ایک نسب پر طعن کرنا اور دوسرا میت پر نوحہ کرنا۔“

تنبیہ: اہل ارجاء کا یہ عقیدہ ہے کہ کفر صرف دل سے ہوتا ہے اور جو شخص قولاً یا عملاً کوئی کفر کرے تو وہ کافر نہیں ہوتا، جب تک کہ وہ عقیدتاً کفر نہ کرے۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں جو یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ قول اور فعل سے کوئی کافر نہیں ہوتا بلکہ قول یا فعل کفر پر دلالت کرتے ہیں اور وہ قول یا فعل بذات خود کفر نہیں ہوتے۔ یہ نظریہ واضح گمراہی پر مبنی ہے۔

بربھاری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: ”اور ہم اہل قبلہ میں سے کسی کو اسلام سے تب تک خارج نہیں کرتے جب تک کہ وہ کتاب اللہ کی کسی آیت کا انکار نہ کر دے یا رسول اللہ ﷺ کی (صحیح) حدیث کا انکار نہ کر دے یا غیر اللہ کے لئے ذبح نہ کرے یا غیر اللہ کے لئے نماز ادا نہ کرے۔ پس اگر کوئی ان میں سے کسی کام مرتکب ٹھہرے تو ہم پر لازم ہوجاتا ہے کہ اسے اسلام سے خارج کر دیں اور اگر وہ ایسا کچھ نہیں کرتا تو وہ ایمان کا دعویٰ کرنے والا مسلمان تو ہے لیکن اسے حقیقی مؤمن نہیں کہا جاسکتا۔“

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: ”جو شخص اللہ یا اس کے رسول ﷺ کو گالی دے وہ ظاہر اور باطن دونوں اعتبار سے کافر ہو جاتا۔ خواہ وہ گالی دینے والا شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ یہ حرام ہے یا وہ یہ عقیدہ نہ رکھتا ہو۔ یہ ان تمام فقہاء اور اہل السنۃ کا مذہب ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ ایمان قول اور عمل کا نام ہے۔“

پس یقیناً ایسا شخص اپنے دین کو چھوڑ چکا ہے اور جماعت المسلمین سے خارج ہے، اگرچہ وہ شہادتین کا اقرار کرتا ہو اور اسلام کا دعویدار ہو۔ جیسا کہ کوئی ارکان اسلام میں سے کسی رکن کا انکار کر دے، یا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو گالی دے یا ملائکہ میں سے بعض ملائکہ کا انکار کرے یا نبیوں میں سے کسی نبی کا انکار کر دے یا قرآن میں مذکور کتابوں میں سے کسی کتاب کا انکار کرے، اس کا علم ہونے کے باوجود۔

تیسرا ناقض – نفاق اکبر (اعتقادی نفاق):

اور وہ یہ ہے کہ انسان ظاہراً اللہ، اس کے فرشتوں، اس کے رسولوں، اس کی کتابوں، آخرت کے دن اور تقدیر پر ایمان لائے اور باطناً ان سب کی یا ان میں سے بعض کی مخالفت کرے۔

منافقین کی بعض صفات:

۱- اطاعت میں کوتاہی اور فرض عبادات میں سستی اور کاہلی کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَاۗءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ [سورۃ النساء:۱۴۲]

”بے شک منافقین (اپنے گمان میں) اللہ کو دھوکہ دیتے اور اللہ انہیں اس دھوکہ کا بدلہ دے گا اور جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی سستی سے کھڑے ہوتے ہیں لوگوں کو دکھانے کے لئے اور اللہ کا ذکر تو انتہائی کم کرتے ہیں۔“

۲- بزدلی اور خوف اور گھبراہٹ کی شدت، اور یہ ان اسباب میں سے سب سے اہم سبب ہے، جس کی بنا پر یہ اپنے کفر کو چھپاتے ہیں اور اسلام کو ظاہر کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ قتل سے خوف کھاتے ہیں اور اس بات سے بھی ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کے کفر کی بنا پر ان کا مال نہ چھین لیا جائے اور نہ ہی یہ اتنے بہادر ہوتے ہیں کہ کفار سے لڑائی کرسکیں۔ تو اس لئے یہ نفاق کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَ اِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۫ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ [سورۃالمنافقون: ۴]

"جب آپ انہیں دیکھیں گے تو آپ کو ان کے جسم خوشنما معلوم ہوں گے، اور جب یہ باتیں کریں تو آپ ان کی طرف کان لگالیں۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسا کہ یہ لکڑیاں ہوں دیوار کے سہارے سے لگائی ہوئیں، ہر سخت آواز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں۔ یہی حقیقی دشمن ہیں ان سے بچ کر رہو۔ اللہ انہیں غارت کرے یہ کہاں پھرے جاتے ہیں۔"

یہ لوگ جب بھی کوئی سخت آواز سنتے ہیں تو اسے اس شخص کی آواز سمجھتے ہیں جو حملہ آور دشمنوں سے ڈراتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ۝ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ۝ [سورۃالتوبۃ: ۵۶-۵۷]

"اور یہ اللہ کی قسم اٹھا کر کہتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہی ہیں، حالانکہ حقیقت میں وہ تم میں سے نہیں ہیں، بات صرف اتنی ہے کہ وہ ڈرپوک قوم ہیں، اگر وہ کوئی بچاؤ کی جگہ یا غار یا کوئی بھی سر گھسانے کی جگہ پالیں تو وہ اس کی طرف دوڑ کر چلے جائیں گے۔"

پس انکی صفت میں ایک صفت یہ بتائی گئی ہے کہ یہ ڈرپوک لوگ ہیں اور قتال کے دوران انہیں قلعہ یا غار یا زمینی سرنگ ہو تو وہ اس میں جلدی سے چھپ جاتے ہیں۔

۳- منافقین کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ بیوقوف، کم عقل اور کمزور سوچ کے مالک ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ كَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝ [سورۃالبقرۃ: ۱۳]

"اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ جیسے اور لوگ ایمان لائے ہیں، تو کہتے ہیں کیا ہم ایسے ایمان لائیں، جیسے احمق لوگ ایمان لائے ہیں؟ خوب سن لو! (حقیقتاً) یہی لوگ احمق ہیں مگر وہ (یہ بات) جانتے نہیں۔"

اور انکی بے وقوفی کی وضاحت درج ذیل ہے:

أ- فانی دنیا کو آخرت پر ترجیح دینا، اور دنیا کی (حقیر سی) چیزوں میں اللہ کی اطاعت کے مقابلہ میں زیادہ حرص رکھنا۔ حالانکہ اللہ کی اطاعت کے سبب ان کی دنیا وآخرت کی کامیابی ہے۔ صحیح بخاری کی حدیث ہے نبی ﷺ نے ان منافقین کی حالت زار بیان کرتے ہوئے فرمایا جو نماز باجماعت سے پیچھے رہتے تھے:

لَوْ يَعْلَمُ أَحَدُهُمْ، أَنَّهُ يَجِدُ عَرْقًا سَمِينًا، أَوْ مِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ، لَشَهِدَ العِشَاءَ-

"اگر یہ جماعت میں پیچھے رہنے والے لوگ اتنی بات جان لیں کہ انہیں مسجد میں ایک اچھے گوشت والی ہڈی ملے گی یا دو عمدہ کھر ملیں گے تو یہ عشاء کی جماعت کے لئے ضرور حاضر ہوں۔"

پس ان کی حالت یہ ہے کہ یہ اس چیز سے منہ موڑتے ہیں جس میں ان کی نجات ہے۔

ب-ان منافقین میں سے بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ دین اسلام دین حق ہے اور اس کے سارے احکام خیر اور عدل پر مشتمل ہیں، لیکن چونکہ ان کا اٹھنا بیٹھنا کفار کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ مغرب کی مادی تہذیب سے مرعوب ہوتے ہیں یا ان کا بیٹھنا ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو ان منافقین کی تہذیب سے مرعوب ہوتے ہیں جو سیکولر، جدّت پسند اور وطن پرست ہیں؛ پس جب وہ ان کی باتیں اور ان شبہات کو سنتے ہیں جو وہ اپنے خالق کی شریعت کی تعلیمات کے مخالفت میں پھیلاتے ہیں، تو ان کے دل میں بھی اس دین کا بغض آجاتا ہے اور وہ کفار کی تقلید اور ان کے قوانین سے فیصلہ کرنے کی دعوت دینا شروع ہوجاتے ہیں۔ اور اپنے رب کی شریعت کے خلاف برسرپیکار ہوجاتے ہیں اور اس میں خامیاں نکالنا شروع کردیتے ہیں۔ اور یہ ان کی بے وقوفی کی انتہا ہے۔ کیونکہ وہ ایسی چیز میں خامیاں نکال رہے ہیں اور اس کے خلاف جنگ کررہے ہیں جسے وہ خود حق جانتے ہیں۔

۴- منافقین کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ ان کے اندر حیاء کم ہوتی ہے اور زبان کے بہت تیز ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَ الْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۸﴾ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۭ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۹﴾

[سورۃ الاحزاب: ۱۸-۱۹]

"اللہ تعالیٰ تم سے (جہاد میں) رکاوٹ ڈالنے والوں کو خوب جانتا ہے اور ان کو بھی جو اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آجاؤ اور جہاد میں یہ کم ہی حصہ لیتے ہیں۔ وہ تمہارا ساتھ دینے میں سخت بخیل ہیں۔ پھر جب (جنگ کا) خطرہ آن پڑتا ہے تو آپ دیکھتے ہیں کہ وہ آنکھیں پھیر پھیر کر آپ کی طرف یوں دیکھتے ہیں جیسے کسی پر موت کی غشی طاری ہوچکی ہو۔ پھر جب خطرہ دور ہوجاتا ہے تو اموال غنیمت کے انتہائی حریص بن کر تیز زبانیں چلانے لگتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو قطعاً ایمان نہیں لائے۔ لہٰذا اللہ ان کے اعمال برباد کردے گا اور یہ بات اللہ کے لئے بہت آسان ہے۔"

نوٹ: نفاق اصغر: اس سے مراد نفاق عملی ہے، اور ایسا منافق ملت اسلام سے خارج نہیں ہوتا ہے، لیکن وہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کا مرتکب ہوتا ہے:

وعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: (أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا: إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ) [متفق عليه]

"اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی میں چار باتیں ہوں گی وہ پورا منافق ہے اور جس میں ان میں سے کوئی ایک بات بھی پائی جائے گی (تو سمجھ لو) اس میں نفاق کی ایک خصلت پیدا ہوئی تاوقتیکہ اس کو چھوڑ نہ دے (اور وہ چار باتیں یہ ہیں) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب قول و اقرار کرے تو اس کے خلاف کرے اور جب جھگڑے تو گالیاں بکے۔"

ان نواقض کے ذکر کے بعد یہ بھی یاد رکھیں کہ ان تمام نواقض میں سے کسی ناقض کا ارتکاب کوئی شخص مذاق میں کرے، یا حقیقت میں کرے، یا کسی سے ڈر کر کرے، ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، البتہ وہ شخص اس حکم سے خارج ہے جس پر اکراہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾ [سورۃ النحل: ۱۰۶]

”جس شخص نے ایمان لانے کے بعد اللہ سے کفر کیا، الا یہ کہ وہ مجبور کر دیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو (تو یہ معاف ہے) مگر جس نے برضا و رغبت کفر قبول کیا تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہے اور انہی کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔“

اکراہ کی معتبر شرائط:

۱- اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو (اور جس کفر پر اسے مجبور کیا جا رہا ہو اسے ناپسند کرتا ہو)
۲- اکراہ یقینی ہو یعنی کہ اس بندے کو مارا جائے یا قید کیا جائے یا بھوکا رکھا جائے وغیرہ وغیرہ۔
۳- جس کام پر اسے مجبوراً لیا جا رہا ہو، اس کا تعلق کسی دوسرے پر زیادتی سے نہ ہو۔ جیسا کہ کسی کو قتل کرنا یا زنا کرنا وغیرہ۔
۴- یہ اکراہ اس شخص کی طرف سے ہو جو اس پر قدرت رکھتا ہو، (اگر ایسے شخص کی طرف سے ہو جو آپ پر بوقت اکراہ قدرت نہیں رکھتا تو یہ اکراہ معتبر نہیں ہے)

نواقض الاسلام میں سے وہ کونسے امور ہیں جن میں جہالت عذر ہے اور جن میں جہالت عذر نہیں ہے؟

عذر بالجهل

اس مسئلہ میں کئی حالات ہیں:

وہ امور جن میں جہالت عذر نہیں:

(اصل الدین) یعنی وہ امور جو شہادتین کے اجمالی معنی کے مخالف ہوں جیسا کہ خالص عبادت غیر اللہ کے لئے بجا لانا یا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کرنا:

یعنی وہ امور جن میں محض شہادتین کے سمجھنے سے ہی حجت قائم ہو جاتی ہے تو ایسے امور کا ارتکاب کرنے والے کے لئے جہالت عذر نہیں ہے اگرچہ وہ کسی دور دراز دیہات میں رہتا ہو جہاں علم عام نہ ہو یا پھر وہ نیا نیا مسلمان ہو، کسی صورت میں بھی جہالت کا عذر قبول نہیں ہو گا، کیونکہ اس میں محض شہادتین کے معنیٰ سمجھنے سے ہی حجت کا قیام ہو جاتا ہے، پس ایسے امور کا ارتکاب کرنے والا ان دو میں سے کوئی ایک ہو گا: (۱) یا تو شہادتین کے معنیٰ کو سمجھتا ہو گا اور پھر ان کے نواقض میں سے کسی کا ارتکاب کرے تو ایسا شخص مرتد ہے۔ (۲) یا پھر وہ ایسا شخص ہو گا جس نے شہادتین کے معنیٰ کو سمجھا ہی نہیں ہو گا تو ایسے شخص نے اسلام کی شروط میں سے ایک شرط کو پورا نہیں کیا جو کہ لا الہ الا اللہ کے معنیٰ کا نفی اور اثبات دونوں اعتبار سے علم حاصل کرنا ہے، ایسے شخص پر بھی ہم مرتد کا حکم لگائیں گے کیونکہ یہ اسلام کی طرف نسبت کا دعویدار ہے اور اس بنا پر بھی کہ ایسا کرنے والے کے لئے جہالت عذر نہیں ہے۔

مسائل ظاہرہ (وہ مسائل دینیہ جن کا علم ضروری ہو)

اس سے مراد وہ واجبات ہیں جو ظاہر اور متواتر ہوں اور وہ محرمات جو ظاہر اور متواتر ہوں جن میں خبر کے غلطی یا تاویل کا امکان نہ ہو، اور نہ ہی ان میں اختلاف جائز ہو اور مسلمانوں میں ہر خاص و عام کو یہ بات معلوم ہو کہ ان کا تعلق دین اسلام سے ہے، جیسا کہ یہ جاننا کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور اللہ سننے والا ہے جاننے والا ہے، قرآن اللہ کا کلام ہے اور جیسا کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین سے دشمنی کا واجب ہونا، اور اس بات کا واجب ہونا کہ اپنے فیصلوں کے لئے اللہ کی شریعت کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور اس جیسے دیگر امور، اور جیسا کہ پانچ نمازوں کی فرضیت، رمضان کے مہینے کے روزے کی فرضیت، بیت اللہ کے حج کی فرضیت، اپنے مالوں میں زکوٰۃ کا واجب ہونا، زنا، قتل، چوری اور شراب کی حرمت اور ان جیسے دیگر عقائد، اقوال و اعمال جن کا بندوں کو مکلف بنایا گیا ہے۔

ان مسائل میں جہالت عذر نہیں سوائے اس شخص کے جو علم کی جگہ سے باہر ہو (علم کی جگہ سے مراد جہاں علم تک پہنچ ممکن ہو یا علم تک پہنچ کے ساتھ ساتھ اسے بذات خود سمجھنا یا کسی ایسے ذریعہ سے سمجھنا بھی ممکن ہو جو وسیلہ اس کی قدرت میں ہو) مثلاً وہ شخص جو دور کسی گاؤں دیہات کا رہنے والا ہو جہاں علم موجود نہ ہو یا وہ شخص جو نیا نیا مسلمان ہوا ہو یا اس جیسے دیگر لوگ۔

مسائل خفیہ:

وہ مسائل جن کے دلائل مخفی ہوں، جیسا کہ تقدیر، ارجاء، تاویل، وعد وعید کے مسائل اور جیسا کہ اسماء و صفات میں سے بعض مسائل مثلاً صفت نزول، مسئلہ رؤیت اور اللہ کے لئے ہاتھ کا ہونا اور ان جیسے دیگر امور جنہیں صرف خاص لوگ ہی جانتے ہیں عام لوگوں کو اس کا علم نہیں ہوتا، ایسے مسائل میں جہالت عذر ہے اور اس کے کرنے والے کی تکفیر حجت کے قیام اور شبہ کے ازالہ کے بعد ہی کی جائے گی۔

المعاصي (گناہوں کابیان)

آپ جان لیجئے کہ اللہ آپ کی اپنی اطاعت کی طرف راہنمائی کرے کہ گناہوں کی دو قسمیں ہیں: کبائر اور صغائر۔

کبائر وہ گناہ ہیں، جن کے نتیجہ میں دنیا میں کوئی حد یا آخرت میں کوئی وعید ثابت ہو، جیسا کہ زنا کرنا، شراب پینا، سود، کسی نفس کا قتل کرنا، میدان جہاد سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا، کسی پر زنا کی تہمت لگانا، جھوٹ بولنا، قوم لوط والا عمل کرنا، یتیم کا مال کھانا، غیبت، چغلی، کفّار کی مشابہت کرنا وغیرہ وغیرہ۔ اہل سنّت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ وہ لوگ جو کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں ان کے ایمان میں کمی ہوجاتی ہے ان کے ان کبیرہ گناہوں کے ارتکاب کی بناپر، اور اگر وہ بغیر توبہ کئے مرگئے تو ان کا معاملہ اللہ کی مشیئت کے تحت ہوگا، چاہے تو انہیں معاف کردے اور جنّت میں داخل فرمادے، اور چاہے تو انہیں گناہوں کے حساب سے ایک وقت تک جہنم میں ڈال دے اور پھر ان کے ایمان اور توحید کی بناپر انہیں جہنم سے نکال کر جنّت میں داخل فرمادے۔ اور یہ سب نبی ﷺ کی صحیح احادیث میں مذکور ہیں۔ کبیرہ گناہوں کے بارے میں جو نصوص موجود ہیں جنہیں نصوص الوعید بھی کہا جاتا ہے وہ اس کبیرہ گناہ کے قابل مذمّت ہونے پر دلالت کرتے ہیں، اسی طرح اس کی حرمت پر بھی دلالت کرتے ہیں، اور اس کے خطرناک ہونے پر بھی دلالت کرتے ہیں لیکن وہ اس کے کرنے والے کے کفر پر دلالت نہیں کرتے، پس کسی مؤمن کا قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ [سورۃ البقرۃ: ۱۷۸]

”پھر اگر قاتل کو اس کے (مقتول) بھائی (کے قصاص میں) سے کچھ معاف کردیا جائے تو معروف طریقے سے (خون بہا) کا تصفیہ ہونا چاہیے اور قاتل یہ رقم بہتر طریقے سے (مقتول کے وارثوں کو) ادا کردے۔“

اللہ تعالیٰ نے قاتل کو بھائی قرار دیا اور کوئی کافر کبھی بھی کسی مسلمان کا بھائی نہیں ہوسکتا، اور جہاں تک تعلق ہے ان دلائل کا جس میں کبیرہ گناہ کرنے والے کو کافر کہا گیا ہے یا اس کے ایمان کی نفی کی گئی ہے، تو اس سے ایمان واجب کی نفی مقصود ہے اور کفر سے مراد کفر اصغر ہے جو دین سے خارج نہیں کرتا ہے، کیونکہ وہ دلائل اصل ایمان کے باقی رہنے پر دلالت کرتے ہیں۔

صغائر وہ گناہ ہیں، جن کے کرنے پر نہ دنیا میں کوئی حد ہو اور نہ آخرت میں کوئی وعید۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ نُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ [سورۃ النساء: ۳۱]

”جن بڑے بڑے گناہ کے کاموں سے تمہیں منع کیا گیا ہے اگر تم ان سے بچتے رہے تو ہم تمہاری (چھوٹی موٹی) برائیوں کو تم سے (تمہارے حساب سے) محو کردیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔“

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے:

إياكم ومحقرات الذنوب، فإنهن يجتمعن على الرجل حتى يهلكنه [رواہ احمد]

”تم گناہوں کو حقیر جاننے سے بچو، کیونکہ (یہ چھوٹے چھوٹے گناہ) آدمی کے پاس جمع ہوتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اسے ہلاک کردیتے ہیں۔“

مسئلہ: صغیرہ گناہوں پر اصرار کرنے سے بچنا چاہیے، کیونکہ کوئی صغیرہ گناہ جب اس پر اصرار کیا جائے تو وہ صغیرہ نہیں رہتا اور کوئی بھی کبیرہ گناہ جب اس سے توبہ کر لی جائے تو وہ بھی باقی نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ڞ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰي مَا فَعَلُوْا وَھُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝۱۳۵ [سورۃ آل عمران:۱۳۵]

”ایسے لوگوں سے جب کوئی برا کام ہو جاتا ہے یا وہ اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو فوراً انہیں اللہ یاد آجاتا ہے اور وہ اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگتے ہیں اور اللہ کے سوا اور کون ہے جو گناہ معاف کر سکے؟ اور وہ دیدہ دانستہ اپنے کئے پر اصرار نہیں کرتے۔“

تنبیہ: اسی طرح اس بات سے بھی بچنا ضروری ہے کہ اپنے گناہ کا اعلان کیا جائے اور اسے سب کے سامنے ظاہر کیا جائے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلاَّ الْمُجَاهِرِونَ [متفق عليه]

”میری تمام امت کے گناہ معاف ہوں گے مگر وہ شخص جو اعلانیہ گناہ کرتا ہو۔“

پس اس شخص پر واجب ہے جو گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے کہ خالص اللہ کی رضا کے لئے سچی توبہ کرے اور گناہوں کو بالکل ترک کر دے اور جو پہلے گناہ ہو گئے ہیں ان پر نادم ہو اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کرے۔

الایمان ((ایمان کابیان))

ایمان کیا ہے؟

ایمان: یہ ہے کہ تم اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، آخرت کے دن اور اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لے آؤ۔ پس ایمان نام ہے قول اور عمل کا، یعنی دل اور زبان سے قول اور دل و زبان اور اعضاء سے عمل کرنے کا، یہ ایمان اطاعت سے بڑھتا ہے اور معصیت کی وجہ سے کم ہو جاتا ہے۔

یہ نظریہ اہل بدع اور مرجئہ کے نظریہ کے بر خلاف ہے جو عمل کو ایمان سے خارج کرتے ہیں۔ یہ جاننے کے باوجود کہ یہ بات اللہ تعالی کے اس قول کے مخالف ہے: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ [سورۃ البقرۃ:۱۴۳] (اور اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو ہر گز ضائع نہ کرے گا) یہ آیت اس وقت اتری جب کچھ لوگوں نے سوال کیا کہ تحویل قبلہ سے پہلے جو نمازیں انہوں نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھی تھیں وہ مقبول ہوں گی یا نہیں؟— اور نماز کا تعلق اعمال سے ہے ۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی نماز اور اعمال کو ایمان کا نام دیا۔ یہ دلیل ہے اس بات پر کہ ایمان قول اور عمل کا نام ہے۔

اور یہ نظریہ ان خوارج کے نظریہ کے بھی بر خلاف ہے جو یہ سمجھتے ہیں وہ تمام اعمال واجبہ جن کا تعلق اعضاء سے ہے وہ ایمان کا رکن ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ کسی واجب کے چھوڑنے یا کسی حرام کے ارتکاب پر تکفیر کرتے ہیں۔

ارکان ایمان:

ایمان کے چھ ارکان ہیں، اور وہ حدیث جبریل میں مذکور ہیں، جب انہوں نے نبی ﷺ سے ایمان کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا:

> أن تؤمن بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر وتؤمن بالقدر خيره وشره - [متفق عليه]
>
> ”(ایمان یہ ہے کہ) تم اللہ کو اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور قیامت کے دن پر ایمان لاؤ، اور اچھی اور بری تقدیر پر ایمان رکھو۔“

اس کی تفصیل پیش خدمت ہے:

پہلا رکن: اللہ پر ایمان لانا:

اللہ پر ایمان لانا تین امور پر مشتمل ہے:

۱- اس بات پر ایمان لانا اللہ ہی اکیلا رب ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے: رب وہ ہوتا ہے جس میں یہ تین صفات ہوں: پیدا کرنا، ملکیت اور امر کرنا۔ پس اللہ کے سوا کوئی خالق نہیں ہے، اور نہ اس کے سوا کوئی مالک ہے، اور تمام امر کا اختیار اسی کے پاس ہے، تمام مخلوق اسی کی ہے، تمام بادشاہت اسی کے لئے ہے، اور حکم بس اسی کا ہے، وہ غالب اور رحم کرنے والا ہے، وہ غنی ہے اور تعریف کیا ہوا ہے، وہ رحم کرتا ہے جب اس سے

رحم مانگا جائے اور معاف کرتا ہے جب اس سے بخشش مانگی جائے، اور جب بھی اس سے مانگا جائے تو عطا کرتا ہے، اور جب اس سے دعا کی جائے تو وہ قبول کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور قائم رہنے والا ہے۔ اسے نہ اونگ آتی ہے نہ نیند۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ [سورۃ الاعراف: ۵۴]

”اسی نے پیدا کیا ہے تو حکم بھی اسی کا چلے گا۔ بڑا بابرکت ہے اللہ تعالیٰ جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔“

نیز ارشاد فرمایا:

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ۭ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ [سورۃ المائدۃ: ۱۲۰]

”آسمانوں اور زمین میں اور جو کچھ ان میں ہے سب اللہ ہی کی ملکیت ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔“

۲- اللہ سبحانہ کی الوہیت پر ایمان لانا: اور وہ یہ ہے کہ ہم یہ جانتے ہیں اور اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ وہ اللہ اکیلا معبود برحق ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور وہ اکیلا ہی عبادت کا مستحق ہے۔ پس وہ تمام مخلوق کا رب ہے اور تمام مخلوق کا الہ ہے اور ہم اس کے مقرر کردہ طریقے کے مطابق مکمل عاجزی، کمال محبت اور کامل تعظیم کے ساتھ اس کی عبادت کرتے ہیں۔

اور ہم یہ بھی جانتے ہیں اور اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جس طرح اللہ اپنی ربوبیت میں اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسی طرح وہ اپنی الوہیت میں بھی اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے، ہم اس اکیلے اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے کے علاوہ دوسروں کی عبادت سے اجتناب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ [سورۃ البقرۃ: 163]

”تمہارا اللہ ایک ہی الہ ہے، اس کے سوا کوئی الہ نہیں۔ وہ نہایت مہربان بڑا رحم کرنے والا ہے۔“

(ہمارا ایمان ہے) کہ اللہ وہی معبود برحق ہے اور اس کے علاوہ تمام معبودان کی الوہیت باطل ہے اور ان کی عبادت بھی باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝ [سورۃ الحج: ۶۲]

”یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور اللہ کے سوا جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ سب کچھ باطل ہے اور اللہ ہی عالی شان اور کبریائی والا ہے۔“

۳- اللہ کے اسماء وصفات پر ایمان لانا:

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ان اسماء وصفات کو سمجھا جائے، انہیں یاد کیا جائے، انہیں مانا جائے، ان اسماء وصفات کے ذریعے اللہ کی عبادت کی جائے اور اس کے مقتضیٰ پر عمل کیا جائے، اللہ کی عظمت، کبریائی اور اس کی بزرگی و عزت کی صفات کو پہچاننے سے دل اللہ کی ہیبت اور تعظیم سے بھر جاتے ہیں اور ہم جانتے ہیں اور اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ وحدہ لاشریک کے اچھے اچھے نام ہیں اور بلند صفات ہیں، جن کے ذریعے ہم اسے پکارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۠ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَاۗىِٕهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

[سورۃ الاعراف: ۱۸۰]

”اللہ کے اچھے اچھے نام ہیں انہی ناموں سے اسے پکارا کرو اور انہیں چھوڑو جو اس کے ناموں میں کجروی کرتے ہیں۔ جو کچھ وہ کرتے ہیں جلد ہی انہیں اس کا بدلہ مل جائے گا۔“

اور ہم اللہ کے انہیں اسماء وصفات کو ثابت کرتے ہیں جو اس نے خود اپنے لئے ثابت کئے یا اس کے رسول ﷺ نے ثابت کئے، اور ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں اور جن معانی اور آثار پر وہ دلالت کرتے ہیں اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔

پس چنانچہ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ رحیم ہے اور اس کا معنیٰ ہے رحمت والا، اور اللہ کے اس نام کے آثار میں سے یہ ہے کہ وہ جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے، اسی طرح اللہ کے باقی اسماء میں بھی ہم ایسا ہی کہتے ہیں، اور ہم اللہ کے اسماء کو ثابت کرتے ہیں جیسے اس کی شان کے لائق ہے، نہ تحریف کرتے ہیں، نہ انکار کرتے ہیں، نہ ہم کیفیت بیان کرتے ہیں اور نہ ہی ہم اس کی مثال بیان کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق کہ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ⑪ [سورۃ الشوریٰ: ۱۱] ”کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں اور وہ سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔“ ان سب باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے اسماء وصفات پر ایمان لانا یہ تین بنیادوں پر قائم ہے:

اول: خالق ارض وسماء کو اس کی ذات اور اسماء و صفات میں مخلوق کی مشابہت سے پاک سمجھنا۔

دوئم: ان تمام اسماء وصفات پر ایمان لانا جو خود اس نے اپنے لئے بیان کئے یا اس کے رسول ﷺ نے بیان کئے۔

سوئم: اس بات کی حرص نہ رکھنا کہ اس کے اسماء وصفات کی کیفیت کا ادراک کیا جائے، پس جس طرح ہم نہیں جانتے کہ اس کی ذات کیسی ہے۔ اسی طرح ہم نہیں جانتے کہ اس کے اسماء و صفات کی کیفیت کیا ہے۔ جیسا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ⑪ [سورۃ الشوریٰ: ۱۱] ”کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں اور وہ سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔“

دسرا رکن: ملائکہ پر ایمان لانا:

ملائکہ پر ایمان لانے کا معنیٰ یہ ہے کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ کے بہت سے فرشتے موجود ہیں، جو اللہ کے معزز بندے ہیں، اور اللہ اور اس کے رسولوں علیہم السلام کے درمیان سفیر ہیں، پس وہ اللہ کے بندوں میں سے ہیں جنہیں اللہ نے نور سے پیدا کیا اپنی عبادت کے لئے۔ نہ تو وہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں اور نہ نکاح کرتے ہیں، اور اللہ جو انہیں حکم دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے، اور یہ ملائکہ نہ تو اللہ کی بیٹیاں ہیں اور نہ اس کے شرکاء ہیں اور نہ ہی اس کے ہم پلہ اور ہم سر ہیں۔ اللہ بہت بلند تر ہیں اس سے جو ظالم، ملحدین اور منکرین اس کے بارے میں کہتے ہیں اور ان کی تعداد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور ہم ان میں سے جن کے اللہ نے نام بیان فرمائے ہیں، ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں جیسا کہ جبریل علیہ السلام اور ان کی جو صفات اور اعمال کو ہم جانتے ہیں اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور ان میں سے جن کے ناموں کا ہمیں علم نہیں ہے ان پر ہم اجمالاً ایمان لاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَ هُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ لَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَ هُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَ مَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْۤ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ [سورۃ الانبیاء: ۲۶-۲۷-۲۸-۲۹]

”(مشرکین) کہتے ہیں کہ رحمٰن کا اولاد ہے۔ اللہ ایسی باتوں سے پاک ہے، بلکہ وہ تو اس کے معزز بندے ہیں۔ وہ اس کے حضور بڑھ کر نہیں بولتے بس اسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ اللہ ان بندوں کے سامنے کے (ظاہری) احوال کو بھی جانتا ہے اور پوشیدہ احوال کو بھی۔ اور وہ صرف اسی کے حق میں سفارش کرسکیں گے جس کے لئے اللہ راضی ہو اور وہ

ہمیشہ اس کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اور ان میں سے جو شخص یہ کہے کہ: اللہ کے علاوہ بھی الہ ہوں اسے ہم جہنم کی سزا دیں گے اور ہم ظالموں کے ایسے ہی سزا دیتے ہیں۔"

تیسرا رکن: اللہ کی کتابوں پر ایمان لانا:

اللہ کی کتابوں پر ایمان لانے کا معنیٰ یہ ہے کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ نے اپنے انبیاء اور رسولوں پر اپنے بندوں کی راہنمائی کے لئے بہت سی کتابیں نازل فرمائی ہیں، اور وہ کتابیں حقیقتاً اس کا کلام ہیں، اور وہ کتابیں جن مضامین پر مشتمل ہیں وہ حق اور سچ ہیں، جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے، ان میں سے بعض کتابوں کے اللہ نے اپنی کتاب (قرآن) میں نام ذکر کئے ہیں، اور ان میں بعض کے نام اور ان کی تعداد کا علم سوائے اللہ کے کسی کو نہیں ہے۔

مسئلہ : ان کتابوں کا کیا حکم ہے جو آج کل اہل کتاب کے پاس موجود ہیں؟

آج کل اہل کتاب کے پاس جو توراۃ اور انجیل ہے، اس پوری کتاب کی نسبت اللہ کے انبیاء اور رسل کی طرف کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس میں تحریف اور تبدیلی ہو چکی ہے، جیسا کہ ان کا اللہ کی طرف بیٹے کی نسبت کرنا، اور نصاریٰ کا عیسیٰ بن مریم کو اللہ کا درجہ دینا، اور اللہ کی ایسی صفات بیان کرنا جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے، اسی طرح انبیاء علیہم السلام پر تہمتیں لگانا، اور اس جیسے دیگر معاملات۔ پس چنانچہ ہم پر ان تمام باتوں کی تردید کرنا واجب ہے اور صرف اسی پر ایمان لانا ہے جو قرآن وسنّت میں موجود ہے۔

پس جب اہل کتاب ہمیں کوئی ایسی چیز بیان کریں جو قرآن میں ذکر نہ ہو اور اللہ کے کلام کے کسی نص کے مخالف بھی نہ ہو اور نہ نبی ﷺ کی کسی بات کے مخالف ہو تو ہم نہ اس کی تصدیق کریں گے اور نہ تکذیب، بلکہ ہم یوں کہیں گے کہ ہم اللہ، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں، پس اگر ان کی کہی ہوئی بات سچی ہوئی تو ہم نے اسے جھٹلایا نہیں ہے اور اگر ان کی کہی ہوئی بات باطل ہوئی تو ہم نے اس کی تصدیق نہیں کی۔

اور جہاں تک بات ہے قرآن کریم کی تو وہ ایسی کتاب ہے جو اللہ عز وجل نے اپنے آخری اور افضل ترین نبی محمد ﷺ پر نازل فرمائی، اور یہ آسمانی کتابوں میں سب سے آخری کتاب ہے؛ اور ان کتابوں کی جامع ونگران بھی ہے؛ اللہ نے اسے ہر چیز کی وضاحت اور تمام لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت بنا کر واضح عربی زبان میں نازل فرمایا؛ تو لہٰذا ہر ایک پر واجب ہے کہ اس پر ایمان لائے اور اس کے احکام پر عمل کرے؛ اور اس کے طریقوں کی اقتداء کرے۔

اور اللہ اس قرآن کے نزول کے بعد اس کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں کرتا ہے؛ (ہمارا ایمان ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے اور اسے ہر قسم کی تحریف؛ تبدیلی؛ زیادت اور نقصان سے بچا کر رکھا ہے؛ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ [سورۃ الحجر:۹]

"یقیناہم نے ہی الذکر اتارا ہے اور یقیناہم ہی اس کے محافظ ہیں۔"

نیز ارشاد فرمایا:

وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَیْمِنًا عَلَیْهِ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۙ۝۴۸

[سورۃ المائدۃ :۴۸]